سید ابراہیم ملک بیا غازی کے حالات و کمالات

تذکرہ فاتح بہار

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون)

(سورہ یونس: آیت ۶۲)

سید ابراہیم ملک بیو کے احوال وفضائل

تذکرہ فاتح بہار

تحریر

طارق انور مصباحی

حسب فرمائش

علامہ ملک محمد شبیر عالم مصباحی (کلکتہ)

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

نام رسالہ: تذکرہ فاتح بہار

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت اول ودوم: ۲۰۰۳ء-۲۰۰۴ء

اشاعت سوم: محرم الحرام ۱۴۴۶ھ

جولائی ۲۰۲۴ء

صفحات: اٹھتر (۷۸)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

خانوادہ ملک سے متعلق کتب ورسائل

فاتح بہار وجھارکھنڈ حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی قدس سرہ العزیز سلطنت تغلقیہ کے سپہ سالار اور سلسلہ سہروردیہ کے صاحب کرامت بزرگ تھے، لہٰذا تواریخ وسیر کی کتابوں میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ چوں کہ محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کی جانب سے سید ابراہیم کو ملک کا خطاب عطا ہوا تھا، لہٰذا ان کی آل واولاد اپنے مورث اعلیٰ کے شاہی خطاب کے سبب اپنے ناموں کے ساتھ ''ملک'' لکھنے اور بولنے لگی۔ عہد ماضی میں ایسا طریق کار رائج تھا۔

(1) ملک خاندان سے متعلق متعدد کتب ورسائل تحریر کیے گئے۔ ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) نے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں ''خیر السلوک فی نسب الملوک'' (صفحات: 43) تحریر فرمایا جس میں انہوں نے چوبیس قصبات ومواضع کے ملک حضرات کے نسب نامے رقم فرمائے۔

(2) برطانوی عہد میں صوبہ بہار کے اولین وزیر اعظم اور مشہور سیاسی لیڈر بیرسٹر محمد یونس (۱۸۸۴ء-۱۹۵۲ء) کے فرزند اکبر بیرسٹر یاسین یونس (۱۹۰۷ء-۱۹۴۸ء) نے ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں ''اے شارٹ ہسٹری آف دی ملکس'' (A Short History of The Mullicks) تحریر کی۔ یہ رسالہ پندرہ صفحات پر مشتمل تھا۔ کھڑگا ولاس پریس باقر گنج (پٹنہ) سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ شاید خانوادہ ملک کی تاریخ پر یہ پہلا رسالہ ہے۔

(3) عبد الحلیم خواجہ پوری گیاوی نے ''تاریخ ملک'' (صفحات: 92) ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں شائع کی۔ اس کے بعد ایک مفصل ضمیمہ کے ساتھ (صفحات: 123) اس کو ۱۹۸۵ء مطابق ۱۴۰۶ھ میں حلیمی پریس چترنجن ایوینو (کلکتہ) سے شائع کیا۔

ملک زادگان کو سلاطین ہند کی جانب سے جاگیریں عطا کیے جانے کے وقت جو شاہی فرامین دیئے جاتے تھے۔ عبدالحلیم خواجہ پوری نے متعدد شاہی فرامین کی نقل بھی اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ وہ فرامین فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں ملک زادگان کو سید ابراہیم ملک بیو کی اولاد بتایا گیا ہے۔ بادشاہ ہند سلطان محمد شاہ (عہد حکومت: ۱۱۳۳ھ-۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۲۰ء-۱۷۴۸ء) نے نہم جمادی الاولی ۱۱۴۳ھ کو ملا محمد نواز ولد بدر السلام بن محبّ اللہ بہاری کو جاگیر کا شاہی فرمان بھیجا۔ اس میں مرقوم ہے۔"ملا محمد نواز ولد بدر السلام از آل قدوۃ العارفین زبدۃ المحققین سید ابراہیم عرف ملک بیو بہاری"۔ (تاریخ ملک: 54)

(4) عبدالمنعم ایم اے (سابق ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و پریسیڈنٹ بہار اسٹیٹ ملک ویلفیئر سوسائٹی) نے ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۲ھ میں ایک رسالہ بنام "ہو واز حضرت ملک بیا" (Who Was Hazrat Mallick Bia?) انگریزی زبان میں 87: صفحات پر مشتمل ملک انٹرنیشنل پریس کنگر باغ (پٹنہ) سے شائع کیا، پھر دوبارہ ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔

(5) ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں سید ابراہیم ملک بیا غازی قدس سرہ العزیز کی حیات وخدمات پر راقم نے "کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار" (صفحات: 208) شائع کی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عزوجل حسب فرصت اس کا ڈیجیٹل ایڈیشن نشر کردیا جائے گا۔

(6) راقم نے سال ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۴ء میں "تذکرہ فاتح بہار" شائع کیا تھا۔ اب ترتیب جدید، حذف واضافہ اور تصحیح کے ساتھ "تذکرہ فاتح بہار" کا ڈیجیٹل ایڈیشن نشر کیا جا رہا ہے۔ ۲۸: نومبر ۲۰۰۴ء کو مسلم انسٹی ٹیوٹ (کلکتہ) میں فاتح بہار کانفرنس کا بھی انعقاد کیا۔

(7) مذکورہ موضوع پر مزید کوئی کتاب یا رسالہ کسی کے علم میں ہو تو اطلاع فرمائیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

۱۵: محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲: جولائی ۲۰۲۴ء = بروز: دوشنبہ

سید ابراہیم ملک بیا غازی: حالات ومناقب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::الحمد للّٰہ رب العٰلمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین::وآلہ واصحابہ اجمعین

حضور سیدنا غوث اعظم سید عبد القادر محی الدین حسنی حسینی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان ایران کے قصبہ جیلان میں ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم جیلان ہی میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم و دیگر علوم دینیہ وفنون اسلامیہ حاصل کرنے کی غرض سے بغداد کا سفر اختیار فرمایا۔آپ جامعہ نظامیہ بغداد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بغداد ہی میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں اپنی زندگی کے شب وروز گزار کر سال ۵۶۱ھ میں عالم فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ بغداد معلیٰ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق اور دنیائے اسلام کے لیے منبع فیوض و برکات ہے۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری (۱۹۴۴ء-۲۰۰۷ء) نے رقم کیا کہ حضور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرزندان گرامی میں سے بعض حضرات بغداد شریف ہی میں سکونت پذیر رہے اور بعض شہزادگان بغداد سے ہجرت فرما کر دوسرے اسلامی شہروں میں جا بسے۔(مقدمہ:غنیۃ الطالبین مترجم)

حضور غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی آل و اولاد میں سے بعض حضرات بغداد معلیٰ سے ترک وطن کر کے افغانستان چلے گئے تھے۔انہیں میں سے ایک بزرگ حضرت سید ابوبکر غزنوی تھے جو حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے حضرت سیدنا ابو منصور صفی الدین عبد السلام بن سیدنا سیف الدین عبد الوہاب جیلانی کے پر پوتے تھے۔آپ کا وطن بت نگر تھا۔ بت نگر افغانستان کے قدیم دار السلطنت

غزنی سے تین فرسنگ کی دوری پر پورب سمت آباد ہے۔

(تاریخ ملک: ص 28 - حیات ملک العلما: ص 9 - حیات اعلیٰ حضرت: ص و)

حضرت سید ابوبکر غزنوی کی وفات بت نگر میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے: سید ابراہیم ملک بیا غازی اور سید ابو مبارک علی۔ سید ابراہیم اپنے خاندان کے ساتھ افغانستان سے ہجرت فرما کر ملک ہند چلے آئے۔

(تاریخ ملک: ص 28 - تحفہ بہار: ص 18 - ماہنامہ اشرفیہ: شمارہ فروری ۱۹۷۷ء)

ملک ہند میں اس وقت تغلق خاندان کی بادشاہت تھی۔ عبدالحلیم خواجہ پوری اور سید قیام الدین نظامی نے رقم کیا کہ سید ابراہیم ملک بیا غازی سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کے عہد میں ملک ہند تشریف لائے۔ (تاریخ ملک: ص ب - شرفا کی نگری: ص 122)

حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی ملک ہند آکر سلطنت تغلقیہ کی شاہی فوج میں شامل ہو گئے۔ آپ نے بہت سے معرکوں میں شرکت فرمائی اور میدان جنگ میں استقلال و جواں مردی، ہمت و جراءت اور خداداد شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ سلطان محمد شاہ تغلق (۱۲۹۰ء-۱۳۵۱ء) نے آپ کے بے مثال کارناموں، فنون جنگ کی مہارت اور آپ کی شجاعت و بہادری کو دیکھ کر شاہی لشکر کی سپہ سالاری کا عہدہ آپ کو عطا کیا۔ سپہ سالاری کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے صوبہ بہار اور جھاڑکھنڈ کو فتح فرمایا۔ محمد شاہ تغلق نے آپ کی صوبہ بہار کی صوبہ داری عطا کی۔

سید ابراہیم ملک بیا غازی کا بہار پر پہلا حملہ

سلطنت تغلقیہ کے زمانے میں بہار پر ہندو راجاؤں اور مہاراجاؤں کی حکم رانی تھی۔ یہ راجے، مہاراجے دہلی کی اسلامی سلطنت سے برگشتہ ہو کر خود مختارانہ حکومت کیا

کرتے تھے اور رعایا پر بہت ظلم وستم ڈھایا کرتے تھے۔ عبدالحلیم خواجہ پوری، مفتی عبد المتین سہروردی بہاری، ڈاکٹر حسن رضا خان (پٹنہ)، پروفیسر مجیب الرحمٰن اور سید قیام الدین نظامی نے بہار پر ملک بیا غازی کے پہلے حملے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ بندرابن (متھرا) کے بہت سے مہوری سوداگر اپنے تجارتی مال واسباب کے ساتھ پٹنہ ہوتے ہوئے بہار پہنچے۔ بہار کے ہندو حکم راں راجہ بٹھل نے ان مہوری سوداگروں کا بہت سا تجارتی سامان خریداری کے بہانہ سے لے لیا اور اس کی قیمت آئندہ دینے کا وعدہ کیا۔ مہوری سوداگروں نے کئی بار بٹھل صوبہ دار سے اپنے مال واسباب کی قیمت کا مطالبہ کیا، مگر راجہ بٹھل نے ان مہوری سوداگروں کو کچھ نہ دیا اور آخر کار صاف لفظوں میں یہ کہہ کر اپنے دربار سے باہر نکلوا دیا کہ جاؤ، کچھ نہیں ملے گا۔

جب مہوری سوداگروں کو کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو ان لوگوں نے دہلی کے بادشاہ سلطان محمد شاہ تغلق کے دربار میں راجہ بٹھل کے ظلم وستم کی شکایت کی اور انصاف طلب کیا۔ سلطان محمد شاہ تغلق نے اسی وقت اپنے سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کو یہ مہم سر کرنے کے لیے لشکر شاہی کے ساتھ بہار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ پہلے راجہ بٹھل سے مہوری سوداگروں کے سامان تجارت کی قیمت کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ نہ مانے تو اس کو مناسب سزا دو۔ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی شاہی لشکر کے ساتھ بہار آئے اور بادشاہ دہلی کے حکم کے مطابق پہلے راجہ سے مہوری سوداگروں کے مال واسباب کی قیمت دینے کا کیا۔ راجہ بٹھل نے مال واسباب کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔

اب سپہ سالار ملک بیا غازی بادشاہ دہلی کا حکم بجا لانے کے لیے تیار ہو گئے۔ بٹھل صوبہ دار پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ وہ بھی مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا اور دونوں

طرف سے گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ بٹھل صوبہ دار کی فوج مقابلہ نہ کرسکی اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ راجہ بٹھل معرکہ جنگ میں لڑتے ہوئے مارا گیا۔ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کو فتح نصیب ہوئی۔ بہار پر اور راجہ بٹھل کے زیر حکومت علاقوں پر مسلمانوں کی حکم رانی قائم ہوگئی۔

جنگ ختم ہونے کے بعد سپہ سالار سید ابراہیم نے مال غنیمت سے مہوری سوداگروں کے مال واسباب کی قیمت ادا کی۔ مہوری قوم اس سے بہت خوش ہوئی اور بہار میں آباد ہوگئی۔ (تاریخ ملک: ص37-38-تحفہ بہار: ص18-19-پاسبان ملت: ص24-شرفا کی نگری: ص122-تاریخ بارہ گانواں: ص18-19)

سامان تجارت: عبد الحلیم خواجہ پوری، ڈاکٹر حسن رضا خاں (پٹنہ)، سید قیام الدین نظامی اور پروفیسر مجیب الرحمٰن نے لکھا کہ مہوری سوداگران ریشم کے کپڑے، جواہرات، سونے اور چاندی کے زیورات، ادنی شال اور دوشالے، چوڑیاں، انگوٹھی اور گھوڑے وغیرہ کی تجارت کیا کرتے تھے۔ (تاریخ ملک: ص 37-پاسبان ملت: ص24-شرفا کی نگری: ص122-تاریخ بارہ گانواں: ص19)

سید ابراہیم ملک بیا غازی اور فتح جھارکھنڈ

(1) ہزاری باغ ریاست جھارکھنڈ کا ایک ضلع ہے۔ پرانے زمانے میں ہزاری باغ کا رقبہ بہت بڑا تھا اور بہت سے علاقے اس کے ماتحت تھے اور اسے جھارکھنڈ کہا جاتا تھا۔ (نقش پائیدار تاریخ صوبہ بہار: ص50-تاریخ جدید اڑیسہ و بہار: ص408)

(2) اس علاقے میں قدیم زمانے سے ایک ہندو قوم رہتی تھی جسے سنتھال کہا جاتا تھا۔ آج بھی سنتھال قوم دمکا، مدھوپورا اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں آباد

ہے اور ان اطراف کے بعض علاقوں کو سنتھال پرگنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
سلطان محمد شاہ تغلق کے زمانے میں جھارکھنڈ میں سنتھالی راجاؤں کی حکم رانی تھی۔ایک سنتھالی حکم راں ''راجا جانگرا'' کا قلعہ چھائی چمپا (ضلع ہزاری باغ) میں تھا۔ایک دوسرا سنتھالی سردار ''مان سنگھ'' چھائی چمپا سے چار میل دور مان گڑھ کے قلعہ میں رہتا تھا۔

سال ۱۳۴۰ء مطابق ۱۷۴۱ھ میں سپہ سالار سید ابراہیم نے علاقہ جھارکھنڈ پر حملہ کے لیے روانہ ہوئے۔جب راجا جانگرا کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی قیادت میں بڑھتا آ رہا ہے تو وہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ ایک کنواں میں کود گیا۔اس طرح راجا جانگرا نے خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو اور اپنے اہل خاندان کو ہلاک کر دیا۔(اتھنولوجی آف بنگال: ص 211-تاریخ ملک: ص36-حلیمی پریس)

یہ کنواں آج بھی چھائی چمپا میں موجود ہے۔آج کل چھائی چمپا ''چے چوپارن'' یا ''برہی چوپارن'' کے نام سے مشہور ہے۔یہ گاؤں ضلع ہزاری باغ میں ہے۔

(3) راجہ جانگرا کے قلعہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد سپہ سالار سید ابراہیم علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت فتح خاں دولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چھائی چمپا کا حاکم مقرر کیا۔

(اتھنولوجی آف بنگال: ص 211-تاریخ ملک: ص36)

(4) جھارکھنڈ کا دوسرا سنتھالی سردار مان سنگھ سپہ سالار سید ابراہیم اور ان کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر مقابلہ کیے بغیر اپنے قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔اس قلعہ پر بھی سید ابراہیم ملک بیا نے قبضہ کر لیا۔(اتھنولوجی آف بنگال: ص 211-تاریخ ملک: ص36)

اس طرح بغیر کسی خون ریزی اور بغیر جنگ کے جھارکھنڈ پر مسلمانوں کی حکم رانی قائم ہو گئی۔اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی

شجاعت و بہادری اوران فن حرب وضرب میں ان کی مہارت کا شہرہ دور دور تک تھا۔

(5) مؤرخ بہار علی محمد شاد عظیم آبادی نے لکھا: ضلع ہزاری باغ کا قدیم نام جھار کھنڈ تھا۔ یہ قصبہ عین بندھیا چل کے گنجان پہاڑوں کے دامن میں ہے۔ محمد ابن تغلق بادشاہ کے وقت میں اس کے سپہ سالار ''ابراہیم'' نے اس کو فتح کیا۔ یہ واقعہ ۱۳۴۰ء کا ہے''۔ (نقش پائیدار تاریخ صوبہ بہار: ص50 - خدا بخش لائبریری پٹنہ)

(6) سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے لکھا: ''ضلع ہزاریباغ: سابق میں اس کو جھارکھنڈ کہتے تھے۔ سنتال کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ لوگ چھائی چمپا میں رہتے تھے۔ سید ابراہیم علی صاحب نے جو محمد بن تغلق شاہ کے سپہ سالار تھے ۱۳۴۰ء میں سے اس پر قبضہ کرلیا''۔ (تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار: ص408 - مطبع اکبری: پٹنہ)

سید ابراہیم ملک بیو کا بہار پر دوسرا حملہ

بہار کے ہندو صوبہ دار راجہ بٹھل کی شکست اور موت کے بعد صوبہ بہار کے ایک بڑے علاقے پر مسلمانوں کی حکمرانی قائم ہوگئی تھی، مگر ابھی بہار میں ایک بڑا طاقتور ہندو حکمراں ''راجہ ہنس کمار'' موجود تھا جو مسلمانوں سے سخت بغض وعناد رکھنے والا اور بڑا متعصب تھا۔ اس کا پایہ تخت رہتاس گڈھ تھا جو آج کل رُہتاس کے نام سے مشہور ہے۔

رہتاس میں ایک نا قابل تسخیر قلعہ تھا جس میں راجہ ہنس کمار رہتا تھا۔ یہ قلعہ آج بھی رہتاس میں موجود ہے۔ عبدالحلیم خواجہ پوری، مفتی عبدالمتین بہاری، پروفیسر مجیب الرحمٰن، سید قیام الدین نظامی اور ڈاکٹر حسن رضا خاں نے تحریر کیا کہ راجہ ہنس کمار کے ظلم وجبر کی شکایت کئی بار دہلی کے بادشاہ کے دربار میں پہنچ چکی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے نالندہ میں بڑا ظلم ڈھایا۔ نالندہ، بہار شریف سے دکھن چھ میل کے فاصلے پر ایک

مشہور مقام ہے جو پرانے زمانے میں بڑگاؤں کہلاتا تھا۔ نالندہ میں بودھ مذہب کی بہت بڑی تعلیم گاہ تھی اور سناتن دھرم ہندوؤں کی ایک بہت بڑی پرستش گاہ تھی۔ راجہ ہنس کمار اکثر وہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس وقت وہاں کچھ مسلمان بھی آباد تھے۔

ایک روز بڑگاؤں میں ایک مسلمان عورت نے جس کا نام سیدہ تھا، اپنے پوتے کی شادی میں ایک گائے ذبح کیا۔ راجہ ہنس کمار ان دنوں پوجا کے لیے بڑگاؤں آیا ہوا تھا۔ گائے کی ایک ہڈی چیل یا کوے نے راجہ ہنس کمار کے قریب گرادیا۔ پجاریوں نے یہ دیکھ کر راجہ کو خوب ابھارا۔ راجہ متعصب تھا۔ غصہ میں آکر سیدہ کے پوتے کو جو ابھی دولہا بنا ہوا تھا، شہید کردیا۔ مظلوم سیدہ مسلمانوں کی مدد سے سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کے دربار میں پہنچی اور اپنے پوتے کے بے گناہ قتل کیے جانے کا واقعہ بیان کی۔

راجہ ہنس کمار کے اس دل ہلا دینے والے ظلم کو بادشاہ برداشت نہ کرسکا اور بے اختیار ہوگیا اور چوں کہ محمد شاہ تغلق علم نجوم کا معتقد تھا، اس لیے اس نے فوراً نجومیوں کو بلا کر دریافت کیا کہ راجہ ہنس کمار کی سرکوبی اور سزا کے لیے شخص بہتر رہے گا جس کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بہار بھیجا جائے۔ تمام نجومیوں نے بالاتفاق کہا کہ یہ کام سید ابراہیم ملک بیا سے ہوگا اور یہ روایت بھی تاریخوں میں درج ہے کہ بادشاہ نے جب نجومیوں سے پوچھا کہ راجہ ہنس کمار کی سزا کے لیے کس سپہ سالار کو بہار بھیجا جائے۔

نجومیوں نے کہا کہ تمام سپہ سالاروں کو ایک ایک چراغ دے کر اس کی روشنی میں قرآن مجید تلاوت کرنے کا حکم دیا جائے۔ رات کے کسی حصے میں آندھی آئے گی جس سے تمام چراغ بجھ جائیں گے، مگر اس سپہ سالار کا چراغ جلتا رہے گا جس کے ہاتھ سے بہار فتح ہوگا۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے تمام سپہ سالار رات کو قرآن مجید کی

تلاوت میں مشغول ہوئے اور سلطان محمد شاہ تغلق خود نگرانی میں رہا۔ رات کو جب آندھی آئی تو تمام چراغ بجھ گئے، مگر سید ابراہیم ملک بیا غازی کا چراغ جلتا رہا۔

بادشاہ نے سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کو بلایا اور بہار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ راجہ ہنس کمار کے ظلم وشرارت کی بار بار شکایت آچکی ہے اور اب اس کے ناحق خون کرنے کی بھی خبر ملی ہے، لہٰذا اس بے گناہ کے خون کا بدلہ لینا بہت ضروری ہے۔

سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی بادشاہ کے حکم کے مطابق لشکر جرار لے کر اپنے اہل خاندان کے ساتھ بہار کی طرف روانہ ہو گئے اور منزل طے کرتے ہوئے جب بہار پہنچے تو معلوم ہوا کہ راجہ ہنس کمار بڑ گاؤں (نالندہ) میں ہے۔

سپہ سالار سید ابراہیم نے راجہ ہنس کمار کو کہلا بھیجا کہ تم ابھی فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ، ورنہ تم پر حملہ کر دیا جائے گا۔ راجہ نے اس حکم کو نہ مانا۔ آپ نے اس پر حملہ کر دیا اور بڑ گاؤں کے سورج پوکھر نامی تالاب کے پاس دونوں لشکر میں جنگ ہونے لگی۔ راجہ ہنس کمار شکست کھا کر اپنی فوج کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ گیا، مگر آپ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور پانچ مقام پر راجہ اور اس کے لشکر کو گھیرا۔ راجہ ہر جگہ شکست کھاتا ہوا اور اپنی جان بچاتا ہوا رہتاس گڈھ اپنے قلعہ میں پہنچ گیا۔

راجہ پہلے ہی رہتاس گڑھ کے سپہ سالار کو لڑائی کی تیاری کی خبر بھیج چکا تھا، اس لیے قلعہ رہتاس گڑھ میں جنگ کی پوری تیاری تھی۔ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی راجہ ہنس کمار کا تعاقب کرتے ہوئے جب رہتاس گڑھ پہنچے تو راجہ کی فوج بھی مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں آ گئی۔ دونوں طرف سے فوج آگے بڑھی اور خون ریز جنگ ہونے لگی۔ تلوار بجلی کی طرح چمکنے لگی۔ ہزاروں کے سر جسم سے جدا ہو گئے اور میدان کار

زار خون سے سرخ ہو گیا۔ دونوں طرف لڑائی کا پلہ برابر تھا۔

جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر سپہ سالار اعظم ملک بیا غازی نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا اور دشمن کی فوج پر ایسا زوردار حملہ کیے کہ راجہ ہنس کمار کی فوج بے ترتیب ہو گئی اور جنگ بڑی شدت کی ہونے لگی۔ راجہ ہنس کمار خود تلوار لے کر میدان جنگ میں کود پڑا۔ ایک بہادر مسلمان سپاہی سے راجہ ہنس کمار کا مقابلہ ہوا۔ اس نے راجہ کو ایسی تلوار ماری کہ راجہ کا سر جسم سے جدا ہو گیا۔ ہندو سپاہیوں کو جب معلوم ہوا کہ ہمارا راجہ مارا جا چکا ہے تو ان کی ہمت پست ہو گئی اور قدم اکھڑ گئے اور وہ لوگ قلعہ کی طرف بھاگے۔

مسلمان فوج اپنے سپہ سالار سید ابراہیم کی قیادت میں قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئی اور لڑتی بھڑتی قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور مسلمانوں کے لشکر نے رہتاس گڑھ کے اس عظیم الشان قلعہ پر اپنا جھنڈا لہرا دیا۔ قلعہ کے اندر راجہ ہنس کمار کی فوج نے اسلامی لشکر کے آگے ہتھیار ڈال دیا۔ اس طرح ایک لمبے عرصے کی بڑی خون ریز جنگ کے بعد قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور صوبہ بہار سے ہندوؤں کی سب سے بڑی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (تاریخ ملک: ص 41-42 - شرفا کی نگری: ص 122 - تاریخ بارہ گانواں: ص 19 - تحفہ بہار: ص 20-21 - پاسبان ملت: ص 23)

سید ابراہیم ملک بیا غازی کی شہادت

(1) جب قلعہ رہتاس گڑھ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا، جنگ ختم ہو گئی اور ہر طرف امن و امان کا ماحول پیدا ہو گیا۔ اب کسی طرح کا کوئی خوف یا خطرہ نہیں رہا تھا، اسی درمیان سپہ سالار اعظم سید ابراہیم ملک بیا غازی قلعہ سے باہر آرہے تھے اور راجہ ہنس کمار کی فوج کے چند سپاہی گھات لگا کر چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ سالار اعظم سید

ابراہم کو آتا دیکھ کران لوگوں نے بے خبری میں اچانک آپ پر حملہ کردیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔(تحفہ بہار: ص23-تاریخ ملک: ص44-تاریخ بارہ گانواں: ص19-شرفا کی نگری: ص122-نظامی اکیڈمی کراچی)

(2) ملک بیا غازی نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے بہار پیر پہاڑی پر دفن کیا جائے جہاں حضرت سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ مبارکہ ہے، لہٰذا رہتاس گڑھ سے فاتح بہار کی نعش مبارک بہار لائی گئی۔(تحفہ بہار: 23-تاریخ ملک: ص44)

(3) اس میں مہوری قوم نے بھی شرکت کی۔(تاریخ ملک: ص39)

مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین احمد علیہ الرحمۃ والرضوان (۶۶۱ھ-۷۸۲ھ) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو بہار پیر پہاڑی کی چوٹی پر دفن کیا گیا۔

(4) سلطان فیروز شاہ تغلق بادشاہِ ہند (۱۳۰۹ء-۱۳۸۸ء) نے آپ کا عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا جو آج تک جوں کا توں موجود ہے اور آپ کے مقبرہ میں پتھر کے تین کتبہ لگوائے جن میں فارسی زبان میں چھ چھ اشعار کی نظم لکھی ہوئی ہے۔

(مفتاح التواریخ: ص 90-پاسبان ملت: ص 25-26-تحفہ بہار: ص 24-25-تاریخ ملک: ص45-46-47-حیات اعلیٰ حضرت: ص و)

(5) دو کتبہ آج تک مقبرہ میں موجود ہے۔ ایک کتبہ جو مقبرہ کے صدر دروازے پر تھا، دیوار بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے گر گیا تھا، انگریزی حکومت نے اسے کلکتہ کے انڈین میوزیم (جادو گھر) میں لے جا کر رکھ دیا۔(تاریخ ملک: ص47-ماہنامہ اشرفیہ شمارہ: فروری ۱۹۷۷ء-تحفہ بہار: ص26-پاسبان ملت: ص25)

(6) راجہ ہنس کمار کا سر اور اس کے مارے جانے والے سپاہیوں کا زنار جس کا

وزن سوا من تھا، مقبرۂ ملک بیا غازی کے احاطہ کے باہر دکھن جانب مغربی سمت ایک کنواں میں ڈال دیا گیا۔ یہ کنواں آج بھی موجود ہے اور ''مند مالا'' کے نام سے مشہور ہے۔ آج کل اس کا منہ ایک پتھر سے ڈھکا ہوا ہے۔ (تاریخ ملک: ص 44)

(7) مشہور مؤرخ تھامس ولیم بل نے لکھا: ''در بہار بفاصلہ یک کروہ مغرب از شہر کوہے است خورد کہ آں را پیر پہاڑی می گویند، بالائے آں کوہچہ مزار ملک ابراہیم بیو کہ درزمان سلطان فیروز شاہ دہلوی فوت کردہ، موجود است۔ وفاتش در سنہ ۷۵۳ھ ہفت صدو پنجاہ وسہ بوقوع آمدہ وایں تاریخ برتربت اومرقوم است'' (مفتاح التواریخ: ص 90)

ترجمہ: بہار میں شہر سے پچھّم ایک کوس کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جسے پیر پہاڑی کہتے ہیں۔ اس پہاڑی پر ملک ابراہیم بیو جو سلطان فیروز شاہ دہلوی کے زمانے میں وفات پائے ہیں، کا مزار موجود ہے۔ ان کی وفات سات سو ترپن ہجری میں واقع ہوئی اور یہ تاریخ ان کی قبر پر لکھی ہوئی ہے۔

محمد شاہ تغلق (۱۲۰۹ء-۱۳۵۱ء) یکم فروری ۱۳۲۵ء سے ۲۰: مارچ ۱۳۵۱ء تک تخت شاہی پر جلوہ افروز رہا۔ محمد شاہ تغلق کی موت کے بعد اس کا چچازاد بھائی سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۰۹ء-۱۳۸۸ء) ۲۳: مارچ ۱۳۵۱ء سے ۲۰: ستمبر ۱۳۸۸ء تک بادشاہ ہند رہا۔ سید ابراہیم ملک بیا غازی قدس سرہ العزیز کی وفات ۱۳: ذی الحجہ ۷۵۳ھ کو ہجری کو ہوئی۔ انہوں نے محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تغلق دونوں کا زمانہ پایا۔ محمد شاہ تغلق ۷۲۵ھ سے ۷۵۲ھ تک ملک ہند کا بادشاہ رہا۔ اس کے بعد فیروز شاہ تغلق بادشاہ ہوا۔

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سید ابراہیم ۱۳۳۹ء میں ملک ہند آئے۔

(8) سید قیام الدین نظامی نے لکھا: ''ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمٰن صاحب نے

''گنج ارشدی قلمی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ سید ابراہیم کے مقبرہ کا سنگ بنیاد حضرت مخدوم جہاں بہاری، مخدوم سید احمد چرم پوش اور مخدوم احمد سیستانی قدس سرہم نے رکھا ہے''۔ (شرفا کی نگری: ص 124 - نظامی اکیڈمی کراچی)

(9) عبدالحلیم خواجہ پوری نے لکھا: ''ملک بیو کے مزار مبارک کا سنگ بنیاد حضرت مخدوم الملک اور دوسرے دو بزرگ رحمہم اللہ اجمعین نے رکھا۔ چنانچہ گنج ارشدی قلمی جو حضرت شاہ ارشد صاحب جون پوری کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، میں مخدوم جہاں کے تذکرہ کے ساتھ جہاں بہار شریف کے مقبروں کا واقعہ درج ہے، لکھا ہے:

''قبر ملک بیا برکوہ است وقبر ملک داؤد معہ شش پسران دیگر دراں روضہ است وچند قبر بیرون گنبد است ودر بنائے گنبد ملک مذکور حضرت مخدوم جہاں وسید احمد چرم پوش ومخدوم شاہ شیشتانی خشتہا نہادہ اند وفرمودہ اند: تا قیامت خواہد ماند وبر در گنبد سنگ زدہ اند۔ دراں سرخی افتادہ است''۔ (تاریخ ملک: ص 50-51 - حلیمی پریس کلکتہ)

ترجمہ: حضرت ملک بیا کی قبر پہاڑ پر ہے اور ملک داؤد کے ساتھ دوسرے چھ بیٹوں کی قبر بھی روضہ کے اندر ہے اور چند قبر گنبد کے باہر ہے اور ملک بیو کے گنبد کی بنیاد حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد (٦٦١ھ-٧٨٦ھ)، حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ (١٢٥٩ء-١٣٧٤ء) اور حضرت مخدوم احمد سیستانی علیہم الرحمۃ والرضوان نے رکھی ہے اور یہ حضرات فرمائے ہیں کہ یہ گنبد قیامت تک رہے گا اور گنبد کے دروازہ پر (کتبہ کا) پتھر نصب کیے ہیں جس میں سرخی پڑی ہوئی ہے۔

(10) ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین محدث بہاری نے حضرت ملک بیا غازی (م ٧٥٣ھ) کے والد ماجد حضرت سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

بارے میں تحریر فرمایا: ''مسکن ومزار شان مقام بت نگراست واز غزنی بفاصلہ سہ فرسنگ بجانب مشرق واقع است''۔ (مقدمہ حیات اعلیٰ حضرت: ص79-طبع جدید)

ترجمہ: ان کا وطن اور ان کا مزار بت نگر میں ہے اور یہ غزنی سے تین فرسنگ کی دوری پر مشرق کی جانب واقع ہے۔

(11) ملک العلما محدث بہاری نے حضرت سید ملک بیا غازی کے بارے میں تحریر فرمایا: '' آپ ۱۳: ذی الحجہ ۵۳ے ھ قلعہ رہتاس گڑھ کی جنگ میں شہید ہوئے اور نعش مبارک وہاں سے قصبہ بہار شریف لائی گئی اور آبادی شہر سے ایک میل پچھّم پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالی شان گنبد بنا ہوا ہے، جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قطب ربانی غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے''۔ (مقدمہ حیات اعلیٰ حضرت: ص77-جدید)

سید ابراہیم ملک بیا غازی کا عرس مبارک

آپ کی تاریخ وفات ۱۳: ذی الحجہ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں بلا تفریق مذہب وملت معتقدین شریک عرس ہو کر فیضان ملک بیا غازی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ مہوری قوم بھی جن کی خاطر حضرت ملک بیا غازی نے بہار پر پہلا حملہ کیا تھا، احسان شناسی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنی روایتی شان وشوکت اور دھوم دھام کے ساتھ ہر سال ۱۳: ذی الحجہ کو سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کا عرس مناتی ہے۔

(تاریخ ملک: ص44-حلیمی پریس کلکتہ-تحفہ بہار: ص20)

سید ابراہیم کے القاب وخطابات

(1) سپہ سالار حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی کے قریباً نصف درجن

خطابات والقابات ہیں: (1) ملک سیف دولت (2) مدار الملک (3) ملک بیا (4) ملک غازی (5) ملک (6) ملک بیا غازی۔ بہار فتح کرنے کے سبب آپ کو ''فاتح بہار'' بھی کہا جاتا ہے اور باشندگان صوبہ بہار کے عرف میں آپ ''ملک بیو بہاری'' کے نام سے مشہور ومعروف ہیں۔ (ماخوذ از: تاریخ ملک، تحفہ بہار، پاسبان ملت، حیات اعلیٰ حضرت، حیات ملک العلما، مقدمہ صحیح البہاری، اے شارٹ ہسٹری آف دی ملکس، فقیہ اسلام، تذکرہ کاملان بہار: جلد اول، تذکرہ علمائے اہل سنت: از علامہ محمود احمد قادری، تاریخ الاولیاء: از مفتی شفیق احمد شریفی، تاریخ مگدھ ودیگر کتب ورسائل)

(2) عبدالحلیم خواجہ پوری، مفتی عبدالمتین بہاری اور ڈاکٹر حسن رضا خاں (پٹنہ) نے رقم کیا کہ آپ ایک بہادر، جنگ جو اور میدان جنگ کے بے مثال غازی ہونے کے ساتھ ایک باکرامت روحانی بزرگ، عبادت گزار، شب بیدار اور اپنے وقت کے ایک عظیم ولی تھے۔ (تاریخ ملک: ص 29 - تحفہ بہار: ص 17 - پاسبان ملت: ص 27)

''ملک'' ایک فوجی عہدہ بھی ہے اور ایک خطاب بھی۔ بڑے بڑے بادشاہوں وحاکموں کو خطاب ملک سے مخاطب وملقب کیا گیا ہے۔ سلطان نورالدین زنگی (۱۱۱۸ء-۱۱۷۴ء) کا لقب ''الملک العادل'' تھا۔ خطاب ملک سے ملقب ہونے والے سلاطین وحکام کی فہرست طویل ہے۔ سید ابراہیم کو بھی خطاب ملک سے مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ ان کا فوجی عہدہ نہیں ہے۔ خطاب ملک سے مخاطب کیے جانے کا واقعہ درج ذیل ہے:

(3) عبدالحلیم خواجہ پوری نے تحریر کیا: ''سید ابراہیم کو اعزاز بیا عطا کیے جانے اور اس کے بیُّو ہونے کی وجہ تسمیہ بالاتفاق اس طرح زبان زد ہے کہ ہزاری باغ یا بہار کی مہم سر کرنے کے بعد سلطان محمد تغلق سید ابراہیم سے اس قدر خوش ہوا کہ اس خوشی کے عالم

میں انتہائی قدر شناسی وحوصلہ افزائی کی خاطر ان کومخاطب کر کے کہا: ''ملک بیا وبہ نشیں''۔

سلطان کے اس حوصلہ افزا اور اعزاز کے جملہ کو ''**الناس علیٰ دین ملوکھم**'' کے اصول پر ہر خاص وعام نے اختیار کرلیا جس کا انجام یہ ہوا کہ ان کا سید ابراہیم نام ''ملک بیا وبہ نشیں'' سے بدل گیا اور یہی ان کا عرف نام ہوگیا، مگر چوں کہ یہ جملہ ذرا بڑا تھا، بات چیت میں آسانی سے لوگوں کی زبان پر نہیں چڑھتا تھا اور گفتگو میں دشواری پیش آتی تھی، اس لیے عام دستور کے مطابق جملہ کا نصف اول ''ملک بیاؤ'' زبان زد ہوگیا اور نصف آخر حذف، پھر بھی لفظ ''بیاؤ'' میں تنگی زبان اور کھنچاؤ باقی رہا، کیوں کہ لفظ ''بیاؤ'' کے آخر میں حرف علت واؤ ہے اور واؤ اپنے پہلے ضمہ چاہتا ہے، اس کے بر عکس واؤ کے پہلے الف حرف علت ہے اور فتحہ اور یہ دونوں واؤ کے موافق نہیں ہیں، اس لیے الف یا سے اور فتحہ ضمہ سے بدل گیا اور لفظ ''بیاؤ'' بیو ہوگیا جیسے اہل عرب کی زبان پر ''ماء'' مویہ ہوگیا''۔(تاریخ ملک:ص30-31-حلیمی پریس چترنجن ایو ینوکلکتہ)

عہدۂ سپہ سالاری اور بہار کی صوبہ داری

سبط غوث اعظم حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی غزنوی سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کے افواج شاہی کے سپہ سالار اور صوبہ بہار کے حاکم وصوبہ دار تھے۔

(1) سید قیام الدین نظامی نے لکھا: ''آپ پیشہ کے لحاظ سے ایک سپاہی تھے اور سلطان محمد تغلق کی فوج کے سپہ سالار تھے، لیکن اہل بہار حضرت سید ابراہیم ملک بیا کو ایک صوفی بزرگ کی حیثیت دیتے ہیں اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ سلطان دہلی کی طرف سے آپ کو اور آپ کے ورثا کو بہار کی صوبہ داری عطا ہوئی۔ کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صوبہ بہار کے صوبہ داروں کی جو

فہرست دی گئی ہے، اس میں آپ کا اور آپ کے ورثا کا نام موجود ہے''۔

(شرفا کی نگری: ص 122 - نظامی اکیڈمی کراچی)

(2) سید حسن عسکری (۱۹۰۱ء-۱۹۹۰ء) نے کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں صفحہ 196 پر سید ابراہیم ملک بیو کو بہار کا گورنر لکھا اور ان کے دو لقب ''مدار الملک و سیف الدولہ'' کا ذکر کیا۔ صفحہ 197 پر لکھا کہ ۱۳: ذی الحجہ ۷۵۳ھ بروز اتوار ۲۰: جنوری ۱۳۵۳ء کو ان کی وفات ہوئی۔ صفحہ 202 پر ایک تاریخی کتبہ کے حوالہ سے ملک بیو کے بڑے بیٹے داؤد خاں کو بہار کا گورنر بتایا اور ان کا لقب اس طرح لکھا: خان کبیر اسد الدین الغی اعظم داؤد خاں۔

صفحہ 203 پر خان زادہ سلیمان بن داؤد بن ملک بیو کو بہار کا گورنر (صوبہ دار) لکھا اور اسی صفحہ پر خان زادہ ملک سراج الدین بن سلیمان بن داؤد بن ملک بیو کا ذکر کیا اور اسی صفحہ میں لکھا کہ ملک بیو کے بعد ان کے خاندان میں بہار کی صوبہ داری رہی۔

(3) سید قیام الدین نظامی فردوسی نے لکھا: ''کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں بحیثیت صوبہ دار آپ کا اور آپ کے ورثا کے نام آئے ہیں۔ نمبر ایک، ملک ابراہیم بیا۔ نمبر دو، داؤد خاں ولد ملک ابراہیم بیا۔ نمبر تین: خان زادہ سلیمان ولد داؤد''۔

(شرفا کی نگری: ص 123 - نظامی اکیڈمی کراچی)

(4) فصیح الدین بلخی عظیم آبادی نے لکھا: ''فیروز تغلق کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں ملک ابراہیم بیو بن ابوبکر اقطاع بہار کا حاکم تھا۔ اس کا حال پیر پہاڑی کے کتبوں سے دریافت ہوا ہے۔ ان کتبوں میں اس کو مقطع بہار اور مدار الملک لکھا ہے اور اس میں فیروز تغلق کا عہد مذکورہ ہے، اس لیے راقم نے اس کا زمانہ فیروز شاہ کی تخت نشینی سے شمار کیا ہے۔ اگر چہ اغلب ہے کہ یہ محمد تغلق کے عہد سے مقطع بہار (حاکم بہار) ہو۔ حاجی الیاس نے ملک ابراہیم حاکم بہار پر فوج کشی بھی کی تھی۔'' (تاریخ مگدھ: ص 143)

(5) عبدالرحیم صادق پوری عظیم آبادی (م ۱۹۲۳ء) نے حضرت میر معز الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح میں لکھا: ''آپ ہی اول دیورہ میں تشریف لائے اور دیورہ میں اس وقت ایدو پرکاش راجہ رہتا تھا۔ وہاں ایک بڑا قلعہ تھا۔ اس میں دیور نام کا ایک بت تھا اور چاروں طرف اس کے کوسوں تک گھنا جنگل تھا۔ اس وقت بہار میں حضرت ملک بیا صاحب شاہان دہلی کی طرف سے صوبہ دار تھے۔ میر معز الدین جن کا اصل وطن بخارا تھا۔ معہ اپنے قبائل وعشائر دواڑھائی سو آدمیوں کے صرف بنظر جہاد ہندوستان کو تشریف لائے۔ چوں کہ اس وقت مشرقی ہندوستان میں جا بجا بہت سے راجواڑے ہندو خودسر قوی موجود تھے اور اسلامی عمل داری صرف بڑے بڑے شہروں میں محدود تھی۔

لہٰذا حضرت میر معز الدین بہ ایمائے شاہ دہلی کہ شاید اس وقت شاہان تغلق کا زمانہ ہوگا، ضلع گیا میں تشریف لائے اور وہاں سے سیر کرتے ہوئے موضع اُساس میں وارد ہوئے۔ اس وقت راجہ مذکور آپ سے برسر مقابلہ ہوا، اور جنگ عظیم بین الفریقین واقع ہوئی۔ وہ راجہ زخمی ہوکر وہاں سے بھاگا اور موضع کھٹانگی کے قلعہ میں جو دیورہ سے تین چار کوس کے فاصلے پر تھا، پناہ گزیں ہوا۔ آپ فی الفور دیورہ کے قلعہ میں داخل ہوئے اور تمام بتوں کو شکستہ کیا اور قلعہ کو صاف کیا اور اپنے ہم راہیوں میں سے حضرت میر بدر کو سردار مقرر کر کے قلعہ میں چھوڑا اور اعیال واطفال کو ان کے سپرد کیا اور آپ تعاقب میں اس راجہ کے معہ جریدہ سواروں کے موضع قلعہ کھٹانگی کو روانہ ہوئے۔

وہاں جا کر دیکھا کہ وہ قلعہ نہایت بلند اور نہایت مستحکم اور انبوہ جنگل کے اندر واقع ہے۔ آپ وہاں ٹھہرے رہے اور حاکم صوبہ بہار حضرت ملک بیا کو ایک عرضی لکھی اور مدد طلب کی۔ چوں کہ ملک صاحب دوسری طرف ایک مہم میں مصروف تھے، مدد

کے بھیجنے میں توقف کیا۔ جب تک آپ نے چند حملے اس قلعہ پر کیے، لیکن ناکامیاب رہے۔ آخر کچھ جنگل کاٹ کر قلعہ کے چاروں طرف صاف کیا۔ اس عرصے میں بہار سے مدد بھی پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ ہو کر آپ نے اس قلعہ کو بھی فتح کیا اور راجہ بھاگتا ہوا مارا گیا اور غنیمت بہت آپ کے ہاتھ آئی، پھر تو آپ نے اس اطراف میں خوب شمشیر زنی کی اور تمام علاقہ راجہ کا انجھر و داؤد نگر و سہسرام وغیرہ آپ کے تحت وتصرف میں آیا۔ آپ نے ان سب جگہوں کو مفوض بحاکم صوبہ بہار کیا''۔ (الدر المنثور: ص198)

سید ابراہیم ملک بیا غازی کی جاگیر

عبد الحلیم خواجہ پوری اور مفتی عبد المتین بہاری سہروردی نے تحریر کیا کہ آپ کو صوبہ بہار بطور جاگیر عطا کیا گیا تھا۔ (تاریخ ملک: ص45- تحفہ بہار: ص24)

سید ابراہیم ملک بیا غازی کی آل واولاد

(1) حضرت ملک بیا غازی قدس سرہ العزیز کی نو اولادیں تھیں۔ سات بیٹے اور دو بیٹی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ ملک داؤد، ملک محمد الیاس، ملک بدر الدین، ملک صدر الدین، ملک محمد محسن، ملک عثمان، ملک سلطان۔ (پاسبان ملت: ص27- تحفہ بہار: ص24- تاریخ ملک: ص52- شرفا کی نگری: ص123- نظامی اکیڈمی کراچی)

(2) آپ کی بڑی بیٹی بی بی منہیا کی شادی حاجی الحرمین حضرت مخدوم صدر الدین ظفر آبادی چراغ ہند سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۷۹۵ھ) سے ہوئی اور آپ کی دوسری صاحبزادی کی شادی آپ کے حقیقی بھتیجے سید مبارک علی سے ہوئی۔

(پاسبان ملت: ص28- تاریخ ملک: ص52- حلیمی پریس چترنجن ایوینو کلکتہ)

(3) حضرت بی بی منہیا کی اولاد میں مخدوم رکن صوفی اور مخدوم شمس الحق علیہا

الرحمۃ والرضوان جیسے بزرگان دین ہوئے۔ظفر آباد کے سجادہ نشیں کا سلسلہ نسب انہیں بزرگوں سے جاملتا ہے۔(تاریخ ملک:ص53-حلیمی پریس چتر نجن ایوینو کلکتہ)

صوبہ بہار میں خانوادۂ ملک کی آبادیاں

(1) سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کو بادشاہ دہلی نے بہار فتح فرمانے کے صلہ میں صوبہ بہار بطور جاگیر عطا کیا تھا۔چوں کہ آپ کا مقبرہ قصبہ بہار شریف میں تھا،اس لیے آپ کی شہادت کے بعد آپ کے شہزادگان قصبہ بہار میں آباد ہوگئے ، پھر جب آبادی بڑھی تو قصبہ بہار سے نکل کر قرب وجوار کے قصبات ومواضع میں آباد ہوتے گئے اور بہت سی بستیاں اور گاؤں بھی آباد کئے۔ملک زادگان قصبہ بہار سے نکل کر سب سے پہلے مندرجہ ذیل آبادیوں میں منتقل ہوئے۔

(1) اسلام پور (2) پچا سا (3) کنیڑی (4) بڑارہ (5) اجنورہ (6) کھیرا (7) میڑھی (8) سونانواں (9) گوندوبگہ (10) سوگاؤں (11) بارا (12) جمنا پور۔(تاریخ ملک:ص57-حلیمی پریس چتر نجن ایوینو کلکتہ)

(2) ملک زادگان حکم راں خاندان کے افراد تھے۔حضرت ملک بیا غازی کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے ملک داؤد فوج کے سپہ سالار اور بہار کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔اسی طرح اس خانوادے کے بہت سے افراد فوج کی سالاری،لشکر کی افسری اور سلطنت ہند کے دوسرے اہم عہدوں پر فائز ہوتے رہے، یہاں تک کہ خانوادۂ ملک کے نامور سپوت بارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت علامہ قاضی محبّ اللہ بہاری الملقب بہ فاضل خاں صاحب سلم العلوم ومسلم الثبوت (م۱۱۱۹ھ) سلطان شاہ عالم بن سلطان اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ ہند کے عہد میں سال ۱۱۱۸ھ میں کل ہند

کی صدارت عالیہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ فاضل موصوف صدر ہند ہونے سے پہلے لکھنو، حیدرآباد اور کابل کے قاضی بھی رہ چکے تھے۔ (تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام: از سید شاہ محمد کبیر ابوالعلا داناپوری: ص 665- مطبع منشی نول کشور لکھنو)

(3) سلطنت وحکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ کر ملک زادگان کو بادشاہ وقت کی جانب سے جہاں جاگیر ملی، وہاں جا کر آباد ہوتے گئے، یہاں تک کہ بہار کے قدیم اضلاع میں سے چار ضلع (1) پٹنہ (2) گیا (3) مونگیر (4) شاہ آباد تک ملک زادگان کی آبادی پھیل گئی۔ (تاریخ ملک: ص 91 - حیات ملک العلما: ص 17 - تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص 324 - مقدمہ صحیح البہاری: ص 11)

(4) یہ چاروں اضلاع اب تقریباً دس سے زائد ضلعوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور ان میں سے اکثر ضلعوں میں ملک زادگان کثیر تعداد میں آباد ہیں اور آج بھی بہت سے ملک زادگان کے پاس پرانی جاگیریں، زمین داریوں کے حصے کی زمینیں اور جائیدادیں موجود ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت ۱۹۴۷ء میں خانوادۂ ملک کا ایک بڑا طبقہ انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان جا کر آباد ہو گیا۔ (تاریخ ملک: ص 91 - حیات ملک العلما: ص 17 - تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص 324 - مقدمہ صحیح البہاری: ص 11)

پاکستان ہجرت کر جانے کے باوجود ان حضرات سے طویل مدت تک شادی بیاہ کے مراسم قائم رہے، پھر حکومتی پابندیوں کے سبب آمد ورفت کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور باہمی تعلقات وروابط بھی زیادہ مستحکم نہ رہ سکے۔ ہمارے متعدد چچازادگان آج بھی پاکستان میں آباد ہیں اور بعض احباب بنگلہ دیش میں مقیم ہیں ۱۹۹۰ء سے قبل تک یہ لوگ آتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آمد ورفت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ ہمارے نانا

ملک محمد یونس (بی اے) چٹا گانگ (بنگلہ دیش) میں ریلوے ڈیپارٹمنٹ میں ٹکٹ ماسٹر تھے۔

خاندان ملک: حسب ونسب اور سیادت

(1) سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کو سلطنت تغلقیہ کی جانب سے ''ملک'' کا ایک بلند مرتبہ شاہی خطاب عطا ہوا تھا، اس لیے آپ کی آل واولاد ''سید'' کی بجائے اپنے موروثی خطاب ''ملک'' کو اپنے ناموں کے ساتھ لکھنے اور بولنے لگی۔

(تاریخ ملک: ص 67-حیات ملک العلما: ص 9-تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص 316-خدابخش لائبریری پٹنہ-مقدمہ صحیح البہاری: ص 3)

اس طرح آپ کی نسل ''خانوادۂ ملک'' کے نام سے مشہور ومعروف ہوگئی۔

(2) ''ملک'' ایک شاہی خطاب ہے۔ (تاریخ ملک: ص 13-22-تحفہ بہار: ص 17-پاسبان ملت: ص 17-23-اے شارٹ ہسٹری آف دی ملکس: از بیرسٹر یاسین یونس: مطبوعہ ۱۹۳۷ء: ص 5-اے شارٹ ہسٹوری آف سراسنس: از جسٹس امیر علی: ص 112-میکملن اینڈ کمپنی: الیس ٹی مارٹنگ پریس لندن)

(3) سلاطین ماضی کے زمانے میں ''ملک'' ایک فوجی عہدہ بھی تھا۔ (تاریخ ملک: ص 23-25-شارٹ ہسٹوری آف تاریخ ملک: ص 5-پاسبان ملت: ص 22)

(4) محمد حسین ڈسٹرکٹ جج فیروز پور جس نے سفر نامہ ابن بطوطہ کا اردو ترجمہ کیا ،اس میں اس نے حاشیہ میں لکھا: ''مسالک الابصار کے مصنف نے لکھا ہے کہ امیروں کئی درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجے کے امیر خان کہلاتے ہیں۔ دوسرے دوسرے درجے کے ملک۔ تیسرے درجے کے امیر۔ چوتھے درجے کے سپہ سالار۔ پانچویں درجے کے جند۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ (اردو ترجمہ): جلد دوم: باب پنجم: فصل پنجم: ص 106)

(5) محمد حسین نے لکھا: ''خان یا ملک یا امیر کی تنخواہ ذاتی ہوتی ہے۔خان کے ماتحت دس ہزار فوج ہوتی ہے۔اور (ملک) کے ماتحت ایک ہزار اور امیر کے ماتحت سو آدمی اور سپہ سالاروں کے ماتحت اس سے بھی کم ہوتی ہے۔خان کو تنخواہ میں دو لاکھ ٹنکہ کی جاگیر دی جاتی ہے۔ایک ٹنکہ آٹھ درہم کا ہوتا ہے۔ملک کی جاگیر پچاس ہزار سے ساٹھ ہزار تک، امیر کی تیس ہزار سے چالیس ہزار تک اور سپہ سالار کی بیس ہزار۔ اس تنخواہ میں سے اسے فوج کو کچھ دینا نہیں پڑتا۔اس کے علاوہ کھانے اور کپڑے اور گھوڑے کے چارہ دانہ کا خرچ خزانہ شاہی سے ملتا ہے۔سوا خان اور ملک اور امیر اور سپہ سالار کے باقی فوج کو نقد تنخواہ ملتی ہے''۔(سفر نامہ ابن بطوطہ (اردو ترجمہ): جلد دوم: باب پنجم: فصل پنجم: ص106-قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد)

(6) مشہور مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر تارا چند (سابق وائس چانسلر الہٰ آباد یونیورسٹی: الہٰ آباد) (۱۸۸۸ء-۱۹۷۳ء) نے ۱۲۰۰ء سے ۱۵۲۶ء تک کی ہند کی اسلامی حکومتوں کے احوال کے بیان میں لکھا: ''فوجی عہدہ داروں کے تین درجے تھے۔خان، ملک اور امیر۔ یہ لوگ مقررہ تعداد کی فوجوں کے افسر ہوتے تھے۔ یہ افسران ملک اور فوجی دونوں فرائض انجام دیتے تھے اور ان کے نیچے دس یا سو سپاہیوں کے جمعدار وغیرہ ہوا کرتے تھے۔سلطانی افسر ملکی اور فوجی دونوں قسم کے فرائض انجام دیتے تھے اور انہیں تنخواہ کے بدلے جاگیریں دے دی جاتی تھیں''۔

(اہل ہند کی مختصر تاریخ: ص245-اردو اکیڈمی دہلی)

(7) سلطنت تغلقیہ کے مشہور روزگار مؤرخ حضرت مولانا ضیاء الدین برنی (۱۲۸۵ء-۱۳۵۷ء) نے لکھا کہ ''ملک'' ایک فوجی عہدہ ہے۔ملک کے ماتحت دس امیر ہوتے تھے۔(تاریخ فیروز شاہی: فارسی: ص145-ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

ملک کوئی برادری یا قبیلہ نہیں

(1) ''ملک'' کوئی برادری نہیں۔(تاریخ ملک: ص67، 71، 84، 88)

(2) ڈاکٹر حسن رضا خاں (پٹنہ) نے تحریر کیا کہ ''ملک'' کسی خاص برادری کی علامت نہیں ہے۔(پاسبان ملت: ص17-ادارہ فروغ اسلام سلطان گنج پٹنہ)

(3) ڈاکٹر موصوف نے کیا کہ خان بہادر علی محمد شاد نے اپنی کتاب ہسٹری آف بہار میں لکھا ہے کہ سید ابراہیم ملک بیا کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کسی ایک برادری کا نام نہیں ہے۔(پاسبان ملت: ص22-ادارہ فروغ اسلام سلطان گنج پٹنہ)

(4) مؤرخ بہار علی محمد شاد عظیم آبادی (۱۸۴۶ء-۱۹۲۷ء) نے لکھا: ''ملک کوئی ذات نہیں ہے جیسا عوام نے سمجھا ہے۔ یہ خطاب ہے جو بڑے بڑے فاتحوں اور مشہور اولوالعزموں کو خلفائے بغداد دیا کرتے تھے۔اس میں بیشتر سادات بھی ہیں جیسے ملک سید ابراہیم وغیرہ۔اب بھی خدا کے فضل سے ملک صاحبوں میں اگلی بو باس باقی ہے اور بہت کچھ زمین داریوں کو سنبھالا ہے۔''(نقش پائیدار تاریخ صوبہ بہار: ص99)

(5) مؤرخ بہار علی محمد شاد عظیم آبادی نے لکھا: ''ملکوں کی جیسا کہ اس اطراف میں مشہور ہے، کوئی خاص قوم نہیں ہے۔ یہ لقب ہے جو اگلے بادشاہ امرا کو دیا کرتے تھے۔ممکن ہے کہ ان ملکوں میں شیخ، سید، مغل، پیٹھان سب ہوں''۔

(بیا) یا ملک بیّو سید ابراہیم نام، محمد تغلق کے عہد میں سپہ سالار ہوکر بہار میں آئے اور یہاں انتقال کیا۔قبر ان کی قصبہ بہار میں موجود ہے۔سادات عظام اور امرائے باکرام سے تھے۔ان کا بھی لقب ''ملک'' تھا''۔

(تاریخ صوبہ بہار: ص219-مطبع صبح صادق عظیم آباد)

(6) بلگرام (اتر پردیش) کے علاقوں میں بعض لوگ ''ملک'' کہلاتے ہیں جو نسب کے اعتبار سے انصاری ہیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی (۱۷۰۴ء-۱۷۸۶ء) ان لوگوں کے ملک کہلانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا: ''ملک بہاء الدین نور اللہ ضریحہ ساکن محلّہ خورد پورہ معروف بہ ملک بھلی بفتح بائے موحدہ وہائے مختفی ولام مشدد مکسور بکسر مجہول ویائے تحتانی درآخر انصاری الاصل است از فرزندان شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ، دودمان او بہ ملک اشتہار دارد۔ وجہ تلقب از ملک فیض اللہ کہ از بنی اعمام ملک بہاء الدین است، استفسار رفت، گفت کہ بزرگان ما را در فرامین وسجلات ملک الامراء نوشتہ اند''۔ (مآثر الکرام: ص238-مطبع مفید عام: آگرہ)

ترجمہ: ملک بہاء الدین عرف ملک بھلّے (بائے موحدہ کے فتحہ اور ہائے مختفی اور کسر مجہول کے ساتھ لام مشدد مکسور اور آخر میں یائے تحتانی کے ساتھ) ساکن محلّہ خورد پورہ نسباً انصاری اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ قدس سرہ العزیز کی اولاد کرام میں سے ہیں۔ ان کا خاندان ''ملک'' کہلاتا ہے۔ جب ان کے چچازاد بھائی ملک فیض اللہ سے ان کے ملک کہلانے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ چوں کہ فرامین اور وثیقوں میں ہمارے بزرگوں کو ملک الامرا لکھا گیا ہے۔

محلّہ خورد پورہ قصبہ بلگرام (یوپی) میں ایک محلّہ ہے۔ بلگرام تاریخی جگہ ہے۔

(7) صوبہ بہار کے ملک حضرات حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد کرام اور سادات عظام میں سے ہیں۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین محدث بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ''خیر السلوک فی نسب الملوک'' میں چوبیس (24) قصبہ اور گاؤں کے ملک خاندانوں کا شجرۂ نسب رقم فرمایا

ہے۔فاتح بہار سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کا نسب نامہ درج ذیل ہے:

سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی عرف ملک بیو بہاری بن سید ابوبکر غزنوی بن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابومنصور صفی الدین عبدالسلام بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضور غوث اعظم سید عبدالقادر محی الدین حسنی حسینی جیلانی بغدادی علیہم الرحمۃ والرضوان۔(تاریخ ملک:ص 27-حیات اعلیٰ حضرت:ص و-فقیہ اسلام از:ڈاکٹر حسن رضا خاں (پٹنہ):ص238-تحفہ بہار:ص 18-ریاض النعیم،غیر مطبوعہ:از ملک محمد نعیم جہان آبادی-حیات ملک العلما:از پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو(علی گڑھ):ص 9-تذکرہ کاملان بہار:جلد اول:مطبوعہ:خدابخش لائبریری(پٹنہ):ص316-شرفا کی نگری:ص123-مقدمہ صحیح البہاری:ص3)

(7)حکیم امداد امام اثر بہاری (۱۸۴۹ء-۱۹۳۴ء) نے لکھا:''راقم کو اپنی ایک جواری قوم پر نہایت افسوس آتا ہے کہ اس نے اپنے خاندان سیادت کے شرف کو کمال نادانی سے ضائع کر ڈالا ہے۔یہ قوم اس دیار میں ''ملک'' کہلاتی ہے۔اس قوم کے بزرگان شاہی زمانہ میں بڑے اہل حکم ورقم تھے۔چنانچہ اس میں سے ایک صاحب معروف بہ ''سید ابراہیم'' بڑے صاحب ثروت تھے۔یہ صاحب قصبہ بہار میں آسودہ ہیں۔

ان کو ''ملک'' کا خطاب بادشاہ وقت کے حضور سے ملا تھا،اسی لیے ''ملک بیو'' کے نام سے آج تک مشہور دیار وامصار ہیں۔ان کی اولاد خطاب مورث کے سبب سے ''ملک'' کہلاتی ہے اور اس ملک کے سکنۂ ناواقفیت کے باعث ملکوں کو ایک مجہول قوم سمجھتے ہیں،حالاں کہ یہ لوگ سادات سے ہیں۔علم الاقوام کی رو سے بھی یہ قوم بہت کچھ بنی ہاشم کے انداز رکھتی ہے۔یہ لوگ نہایت مہمان نواز،شجاع اور خوش خلق ہیں اور

ان کی وجاہت ظاہری ان کے علو قومیت سے خبر دیتی ہے''۔ (بہارستان سخن (کاشف الحقائق): ص396-397- مطبع اسٹار آف انڈیا آرہ: بہار)

نسبی شرافت ضرور قابل قدر اور لائق لحاظ ہے، لیکن اگر ایمان و عمل شرع اسلامی کے مطابق نہ ہو تو قابل افسوس امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

(یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ) (سورہ حجرات: آیت 13)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (کنز الایمان)

خانوادہ ملک کا قومی ترانہ (نظم غوم)

(1) خاندان ملک میں پرانے زمانے سے یہ رواج چلا آرہا تھا کہ شادی بیاہ کے موقع پر ''دولہا و دولہن'' کے سامنے تلوار، سوئی اور نان (روٹی) رکھ کر چند عورتیں قومی نظم پڑھتی تھیں جسے ''رسم غوم'' کہا جاتا ہے۔ اب یہ رواج نہیں۔ نظم غوم درج ذیل ہے:

اللہ ربی محمد نبی ہیں علی ہیں جدی
پوتا غوم سے دھیا غوم سے
سدھارے ہیں مکہ سے یثرب نبی
آئے یثرب سے بغداد آل نبی
کیا ظلم عباسی نے بغداد میں
سہے ظلم ہیں تیرے بڑکن نے

پوتا غوم سے دھیا غوم سے
اے میرے پوت ستم تو نہ کرنا
کفر کو توڑ کے دین بسانا
تب تم شاہ مرداں سے
پوتا غوم سے دھیا غوم سے
پچھّم سے ملک بیو آئے
سوئی لائے سانگ لائے
پوتا غوم سے دھیا غوم سے
یہ غوم اترا ہے بڑکن سے تیرے
پوتا غوم سے دھیاغوم سے

(تاریخ ملک: ص69-اے شارٹ ہسٹری آف دی ملکس- پاسبان ملت: ص28)

''پوتا غوم سے دھیا غوم سے'' کا مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم کے بیٹو! اور بیٹیو! اپنی قوم ہی میں شادی بیاہ کرنا، دوسروں سے صلبی یا بطنی لگاؤ پیدا نہ کرنا۔ لفظ ''غُوْم'' قوم کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ رسم غوم کا معنی رسم قوم ہے، یعنی یہ قومی رسم ہے۔

اہل عرب شادی بیاہ میں کفو کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ اس نظم غوم میں اسی کا اثر ظاہر ہے۔ از روئے شرع قریش کے کفو قریش ہیں۔ باہمی شادی بیاہ جائز ہے۔ عہد ماضی میں حکم راں طبقہ اور شاہی خاندان کے افراد قوم ہنود سے بھی شادی بیاہ کر لیتے تھے۔ نظم غوم میں اس سے منع کیا گیا ہے اور اپنوں سے شادی بیاہ کی نصیحت کی گئی ہے۔ نظم غوم کی مکمل تشریح ہم نے کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار میں رقم کر دی ہے۔

مدینہ منورہ کے لیے اب ''یثرب'' کا استعمال ممنوع ہے، لیکن نظم غوم میں اسی طرح ہے، لہٰذا بلفظہ نقل کر دیا گیا۔ یثرب کی بجائے ''طیبہ'' استعمال کیا جائے۔

نظم غوم میں مکہ معظّمہ سے ملک ہند وارد ہونے تک کے حالات کا اجمالی ذکر ہے۔ نظم غوم میں حسب ونسب کا بھی ذکر ہے۔ درج ذیل شعر نسبی نسبت کو واضح کرتا ہے:

کفر کو توڑ کے دین بسانا تب تم شاہ مرداں سے

شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''شاہ مرداں'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے:

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

نظم غوم میں مصرع اول ہے: ع/ اللہ ربی محمد نبی ہیں علی ہیں جدی

اس مصرع میں اولاً ایمان کا اظہار ہے اور ''علی ہیں جدی'' سے نسبی تعلق کا اظہار ہے، یعنی شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے نسبی دادا ہیں۔

پچھّم سے ملک بیو آئے سوئی لائے سانگ لائے

یعنی ملک بیو افغانستان سے ملک ہند آئے۔ سوئی اور سانگ لانے کا معنی یہ ہے کہ ملک بیو اپنی آل واولاد اور تلوار و جنگی ساز وسان کے ساتھ وارد ہند ہوئے۔

حضرت سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی قدس سرہ العزیز افغانستان سے اپنے بال بچوں کے ساتھ ملک ہند آئے تھے اور ساتھ میں مزید دیگر حضرات بھی آئے تھے۔

(2) منیر شریف کے نسب نامہ تاج فقیہی میں مرقوم ہے: ''شاہ جلیل الدین را یک پسر مسمّٰی شاہ کمال الدین لاولد رفت و بی بی رقیہ یک دختر کہ ہمراہ سید ابراہیم عرف ملک

بیا بہاری از ولایت آمدہ بودند، از سید احمد منسوب شدند۔ فرزندان ایشاں در اُترالاری وکھرانٹھ صوبہ بہار جابجاہستند وشہرت باولادبی بی رقیہ دارند''۔ (تاریخ ملک: ص28)

ترجمہ: شاہ جلیل الدین کے ایک فرزند شاہ کمال الدین نامی لاولد وفات پائے اور ایک بیٹی بی بی رقیہ جو سید ابراہیم عرف ملک بیا بہاری کے ساتھ ولایت (افغانستان) سے آئی تھیں، سید احمد کے ساتھ بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد اترالاری اور کھرانٹھ صوبہ بہار میں جابجا ہیں اور بی بی رقیہ کی اولاد سے مشہور ہیں۔

(3) پروفیسر مجیب الرحمٰن نے لکھا: ''حضرت سید ابراہیم (ملک بیو) آپ بڑے پیر سید عبدالقادر جیلانی کے خاندان سے ہیں۔ آپ کے آباواجداد بغداد شریف سے افغانستان آئے تھے اور موضع بت نگر (غزنی) کو وطن مالوف بنایا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سید ابراہیم سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان آئے۔ صرف دوسال سلطان فیروز تغلق کا زمانہ پایا۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی آئے تھے۔ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں جس کی تخت نشینی ۷۲۵ھ میں ہوئی تھی، آپ فوج کے سپہ سالار تھے۔

یہ بھی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بہار تین مرتبہ فتح کیا گیا۔ سب سے پہلے اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے بہار فتح کیا۔ فتح کرنے کے بعد یہ سلطان قطب الدین ایبک کے پاس دہلی چلے گئے۔ قطب الدین ایبک نے جب ان کو بہار کا صوبہ دار بنا کر بھیجا تو صوبہ بنگال مفتوح ہوا۔ سید ابراہیم نے بہار پر دومرتبہ چڑھائی کی''۔

(تاریخ بارہ گانواں: ص18-19 -فوٹو آفسیٹ پرنٹرس تال بگان لین (کلکتہ)

اس کے بعد پروفیسر مجیب الرحمٰن نے بہار پر حضرت سید ابراہیم ملک بیو کے دونوں حملوں کی تفصیل اور ان کی شہادت کا تذکرہ رقم کیا ہے، نیز تحریر کیا کہ سید ابراہیم ملک بیو حسنی وحسینی سید تھے اور حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد سے تھے۔

خاندان ملک کے روشن ستارے

خاندان ملک میں بہت سے یکتائے روزگار علمائے کرام، بلند مرتبہ دانش وران وسیاست داں اور بہت سے نامور افراد و بلند رتبہ اشخاص پیدا ہوئے۔ان تمام کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ان میں سے بعض مشاہیر کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) صدر مملکت مغلیہ، مجدد صدی دوازدہم، قاضی القضاۃ حضرت علامہ محبّ اللہ بہاری صاحب سلم العلوم ومسلم الثبوت (م ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء) (2) ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) (3) بیرسٹر محمد یونس: اولین وزیر اعظم بہار (۱۸۸۴ء-۱۹۵۲ء) (4) پروفیسر عبد الباری لیڈر لبرل یونین جمشید پور (ٹاٹا) (۱۸۹۲ء-۱۹۴۷ء) (5) پروفیسر ڈاکٹر ابوبکر احمد حلیم سابق پرووائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وسابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی وکراچی یونیورسٹی (پاکستان) (۱۸۹۷ء-۱۹۷۵ء) (6) حضرت مولانا قمر الدین نعیمی مرحوم خانقاہ شدن پور (ضلع نوادہ: بہار) (7) حضرت مولانا جمال الدین مرحوم کمہر انواں ضلع نوادہ (بہار) بانی مدرسہ جمالیہ کلکتہ (8) حضرت قاری سید ابو الہاشم اشرفی مرحوم موضع بین (نالندہ) (۱۹۰۲ء-۱۹۸۱ء) (9) حضرت مولانا عبد الشکور شمسی گیاوی موضع بھنور ضلع نوادہ (بہار) (۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء) (10) حضرت مولانا سید اکمل الدین حیدر (پٹنہ) (م ۲۰۰۳ء) (11) پروفیسر مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبہ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) وسابق وائس چانسلر مظہر حق عربی وفارسی یونیورسٹی (پٹنہ) (۱۹۱۷ء-۲۰۱۰ء) (12) پیر طریقت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ سید سراج اظہر قادری رضوی (ممبئی) (۱۹۵۱ء-۲۰۱۹ء) (13) سلیم ملک سابق کپتان انٹرنیشنل

کرکٹ ٹیم (پاکستان) (14) حضرت علامہ حافظ ملک محمد شبیر عالم مصباحی (کلکتہ)

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن (پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی (کلکتہ) نے تحریر کیا: ''ملکوں میں بڑے بڑے ذی حیثیت، ذی وقار، مجاہد، عالم وفاضل لوگ گزرے ہیں۔صوبہ دار (گورنر) اور جاگیرداروں کی فہرست تو بڑی لمبی ہے۔ان میں بعض شیخ الشیوخ اور قاضی القضاۃ کے درجہ پر بھی فائز ہوئے ہیں۔قاضی مولوی ملک محبّ اللہ بہاری بن ملک عبد الشکور جو موضع کڑا متعلقہ محبّ علی پور (بہار) ملک خاندان کے ایک ممتاز گھرانے کے فرد تھے۔فضل وکمال میں ایسے افضل مقام پر پہنچے کہ بہار اس مایہ ناز ہستی پر ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔عالم گیر کے زمانہ میں یکے بعد دیگرے وہ لکھنو اور حیدرآباد کے قاضی (جج) مقرر ہوئے ۱۱۱۸ھ میں شاہ عالم نے ان کو تمام ہندوستان کی صدارت عالیہ (چیف جسٹس آف انڈیا) کا عہدہ سپرد کیا ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں فاضل خاں کے خطاب سے نوازا۔ملک محبّ اللہ بہاری کی وفات ۱۱۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ بہار شریف محلّہ چاند پورہ میں حضرت شاہ فرید الدین طویلہ بخش کے مزار کے احاطہ میں سپرد خاک ہوئے۔آپ کی دو کتابیں سلم العلوم اور مسلم الثبوت معروف جہاں ہیں''۔

(تاریخ بارہ گانواں: ص23-فوٹو آفسیٹ پرنٹرس تال بگان لین (کلکتہ)

صدالصدور علامہ قاضی محبّ اللہ بہاری

(1) علامہ محبّ اللہ بہاری صوبہ بہار کے موضع کڑاہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ صوبہ بہار کے ایک یگانہ روزگار اور منفرد المثال فرد ہیں۔تذکرہ کاملان بہار (مطبوعہ خدا بخش لائبریری پٹنہ) میں آپ کے تذکرہ نگار نے یوں خامہ فرسائی کی ہے:

''صوبہ بہار کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں ایک ایسی عظیم الشان اور شہرہ

آفاق ہستی پیدا ہوئی جو فلسفہ ومنطق میں منفرد ویگانہ گزری۔ اس کے نصیب میں وہ شہرت وعظمت آئی جو نہ اس سے پہلے کسی کو حاصل ہوئی اور نہ بعد میں آج تک کسی کو ایسی قدر ومنزلت حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ ''بہاری'' کو وابستہ کر کے بہار کے نام کو تابندہ وپابندہ بنا دیا۔ اس نادر روزگار ہستی کا نام قاضی محبّ اللہ بن عبد الشکور بہاری ہے''۔ (تذکرہ کاملان بہار: جلد دوم: ص528- خدابخش لائبریری پٹنہ)

(2) شیخ محمد اکرام نے سلطان اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ہند کے عہد کے مشاہیر علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا: ''لیکن ان سب سے زیادہ اس زمانے کے جس بزرگ نے علمی حلقوں میں نام پایا اور معقولات کو درسیات میں بڑی ممتاز جگہ دی، قاضی محبّ اللہ بہاری تھے۔ وہ لکھنو اور حیدر آباد میں قاضی رہے، پھر اورنگ زیب کے جانشیں بہادر شاہ کے بیٹے شہزادہ رفیع القدر کے اتالیق مقرر ہوئے اور عالمگیر کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تمام ہندوستان کی صدارت پر مامور ہوئے۔ ۱۷۰۷ء کے اواخر میں وفات پائی۔ آپ نے فقہ اور منطق کی بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے بعض آج بھی مستعمل ہیں۔ مسلم الثبوت فقہ اور اصول فقہ کے متعلق آپ کی ایک بلند پایہ کتاب ہے اور علامہ بحر العلوم اور دوسرے علما نے اس پر حاشیے لکھے ہیں۔ منطق میں آپ کی مشہور کتاب سلم العلوم ہے۔ ان کے علاوہ افادات، جو ہر فرد اور دوسرے رسائل آپ کی یادگار ہیں''۔ (رودکوثر: ص476- ادبی دنیا مٹیا محل دہلی)

(3) آپ کو سلطنت مغلیہ کی جانب سے ''فاضل خاں'' کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔

(تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام: از شاہ محمد کبیر ابوالعلا دانا پوری: ص665: مطبع منشی نول کشور لکھنو- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان: ص77)

(4) سید قیام الدین نظامی فردوسی نے لکھا: ''چاند پورہ بہار میں خانقاہ طویلہ بخش بہت مشہور ہے۔ دنیائے اسلام میں علم فقہ اور منطق کے مشہور عالم دین حضرت محبّ اللہ بہاری آپ ہی کے خاندان میں مرید ہوئے اور احاطہ خانقہ طویلہ بخش چاند پورہ میں آسودہ خاک ہیں''۔ (شرفا کی نگری: ص 126 - نظامی اکیڈمی کراچی)

(5) علامہ قاضی محبّ اللہ بہاری بارہویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔ (سوانح اعلیٰ حضرت: از مفتی بدرالدین احمد قادری رضوی: ص 137 - حیات ملک العلما: ص 33 - تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص 341 - مقدمہ صحیح البہاری: ص 27)

الحاج غلام مصطفےٰ رضوی ساکن دھمول ضلع جہان آباد (بہار) قاضی محبّ اللہ بہاری کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے دھمول میں ایک اقامتی مدرسہ اور سنی مسجد قائم کی ہے۔ بڑے متصلب سنی اور سنی گر ہیں۔ ان کے والد ماجد دھمول کے جاگیر دار تھے۔

(6) سید شاہ محمد کبیر ابوالعلا دانا پوری بن شاہ وزیر عطا دانا پوری نے لکھا:

''قاضی محبّ اللہ بہاری نے کہ سلم العلوم علم منطق میں اور مسلم الثبوت علم اصول فقہ میں ان کی تصنیف سے ہے اور عالم گیر نے ان کو پہلے قاضی لکھنو، پھر قاضی اورنگ آباد، پھر قاضی کابل مقرر کیا اور لقب فاضل خاں کا دیا اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ جملہ علوم نقلی تفسیر وحدیث وغیرہ بے علم اصول کے ہرگز نہیں آ سکتا''۔ (تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام: ص: 665-666 - مطبع منشی نول کشور لکھنو)

(7) میر غلام علی آزاد بلگرامی نے قاضی محبّ اللہ بہاری کے تذکرہ میں رقم کیا:

(وعشیرۃ القاضی ملقبة بملک - والقاضی هو بحر من العلوم وبدر بین النجوم) (سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان: ص 77 - ملک الکتاب ممبئی)

ترجمہ: قاضی محبّ اللہ بہاری کا خاندان ''ملک'' کے لقب سے ملقب ہے اور قاضی محبّ اللہ بہاری علوم وفنون کے سمندر اور ستاروں کے درمیان بدر منیر ہیں۔

علامہ قاضی محبّ اللہ بہاری کے بارے میں ایک مقولہ بہت مشہور ہے:

''بحرے است از علوم و بدرے است بین النجوم''۔

ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین محدث بہاری

آپ کا وطن مالوف میجرہ (پٹنہ) ہے۔آپ کی ولادت ۲۳: اکتوبر ۱۸۸۵ء کو ہوئی۔ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی، استاذ زمن مولانا احمد حسن کان پوری، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، مولانا بشیر احمد علی گڑھی، مولانا شاہ عبید اللہ علمی وغیرہم سے درس نظامی کی تکمیل کی۔(تذکرہ علمائے اہل سنت: ص110-111-حیات ملک العلما: ص7 -تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص314-مطبوعہ: خدابخش لائبریری پٹنہ)

آپ ایک ذی استعداد مدرس، عظیم مناظر، فلک پیما خطیب ہونے کے ساتھ ایک منفرد المثال مصنف بھی تھے۔مولانا محمود احمد قادری نے رقم کیا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو ساٹھ ہے۔(تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص352-خدابخش لائبریری (پٹنہ)-حیات ملک العلما: ص38-مقدمہ صحیح البہاری: ص32)

آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ ضخیم ''صحیح البہاری'' ہے۔اس میں فقہ حنفی کی تائید کرنے والی احادیث طیبہ جمع کی گئی ہیں۔پروفیسر مختار الدین آرزو نے تحریر کیا:

''حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو جس کی سند واستشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ملک العلما نے اس کتاب کی جمع وتبویب میں عمر کا خاصہ

حصہ صرف کیا۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر انہوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام ''الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری'' رکھا''۔ (تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص352- حیات ملک العلما: ص38- مقدمہ صحیح البہاری: ص32)

صحیح البہاری کی چھ جلدوں میں سے ہر جلد چار حصوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح کل چوبیس حصے ہو گئے۔ جلد دوم مکمل چھپی ہوئی ہے۔ جلد اول میں عقائد سے متعلق احادیث مقدسہ و آثار طیبہ ہیں۔ اس کی تصحیح پاکستان میں ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی شائع ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو (علی گڑھ) آپ کے اکلوتے فرزند ہیں۔ آپ کا وصال ۱۸: نومبر ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ شاہ گنج (پٹنہ) کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

ملک العلما بہاری کے تفصیلی حالات، خدمات کا تذکرہ، تصنیفات و تالیفات پر تبصرہ و دیگر ضروری امور ''جہان ملک العلما'' مطبوعہ: انجمن برکات رضا (ممبئی) میں مرقوم ہیں۔

بیرسٹر محمد یونس (اولین وزیر اعظم بہار)

بیرسٹر محمد یونس بن علی حسن مختار ایڈوکیٹ بن محمد اعظم ڈسٹرکٹ جج (مونگیر) صوبہ بہار کے ایک مایہ ناز سیاسی رہنما اور ایک عظیم علمی شخصیت کا نام ہے۔ موضع پنہرا ضلع پٹنہ میں ۴: مئی ۱۸۸۴ء کو محمد یونس کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے لندن سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔

جب پٹنہ ہائی کورٹ قائم ہوا تو بیرسٹر یونس کو ہائی کورٹ (پٹنہ) کا بیرسٹر مقرر کیا گیا۔ بیرسٹری کے ساتھ مختلف سیاسی اور سماجی کاموں میں بھی بیرسٹر یونس کی زبردست حصہ داری رہتی۔ کئی سالوں تک بہار اسٹوڈنس ایسوسی ایشن کی صدارت بیرسٹر یونس کے سپرد رہی۔

۱۹۰۸ء میں لاہور کے کانگریس سیشن میں ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے بیرسٹر محمد یونس نے شرکت کی۔ ۱۹۱۶ء میں امپیریل لیجسلیٹیو کونسل کا ممبر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۳۱ء میں بہار لیجسلیٹیو کونسل کا ممبر منتخب کیا گیا۔ موصوف کی سرپرستی میں ایک انگریزی روزنامہ ''پٹنہ ٹائمس'' نکلتا تھا جس کے ذریعہ بہار اور انڈیا کے عوام کی آواز فرنگیوں تک پہنچائی جاتی اور

ملک ہند کی آزادی کے لیے فضا ہموار کی جاتی تھی۔

۱۹۳۷ء میں جب کانگریس پارٹی نے ریاستی وزارت سازی سے انکار کردیا تو مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی نے بیرسٹر یونس کو اپنا لیڈر منتخب کیا اور موصوف کو بہار کے پہلے وزیراعظم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آزادی کے بعد ریاست کے چیف کو وزیراعلیٰ کہا جاتا ہے۔ برطانوی عہد میں اسے وزیراعظم کہا جاتا تھا۔ ملک ہند میں سب سے پہلے بیرسٹر یونس نے وزارت عظمیٰ کی حلف برداری کی تھی۔ اس طرح بیرسٹر یونس صوبہ بہار کے پہلے وزیراعظم اور ملک ہند میں سب سے پہلے وزارت عظمیٰ کی حلف برداری کرنے والی شخصیت ہیں۔

۱۹۳۵ء کے برطانوی ریفارم کے مطابق مسلم وہنود کا جداگانہ انتخاب رائج تھا۔ اگر آپ چاہتے تو صرف مسلم ممبران اسمبلی کو ہی اپنی کابینہ میں شامل کرتے، مگر آپ نے دور اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی کابینہ میں ہندو ممبران اسمبلی کو بھی شامل کیا اور ان کو اہم محکمے سپرد کیے۔ کمارا جیت پرساد سنگھ اور گرسہائے لال ایڈوکیٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بہار کے سابق وزیراعظم ہونے کی وجہ سے حکومت بہار سال ۲۰۰۹ء سے سرکاری سطح پر ہر سال بیرسٹر یونس کی یاد مناتی ہے۔ برطانوی عہد میں صوبہ بہار کے دو وزیراعظم ہوئے:

(1) بیرسٹر محمد یونس (یکم اپریل ۱۹۳۷ء تا ۱۹: جولائی ۱۹۳۷ء) مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی

(2) کرشنا سنہا (۲۰: جولائی ۱۹۳۷ء تا ۳۱: اکتوبر ۱۹۳۹ء) انڈین نیشنل کانگریس

(3) کرشنا سنہا: (۲۳: مارچ ۱۹۴۶ء تا ۱۴: اگست ۱۹۴۷ء) انڈین نیشنل کانگریس

بیرسٹر محمد یونس نے برطانوی ہند کے دستور جدید یعنی انڈیا ایکٹ: ۱۹۳۵ء کی خامیوں کے پیش نظر ایک ترمیمی بل پیش کیا جس پر کئی روز کی گرما گرم بحث کے بعد کانگریسی وزارت نے بیرسٹر محمد یونس سے مفاہمت کی اور ان کی پیش کردہ ترمیم منظور کرلی۔ ترمیم شدہ بل کی تائید میں بیرسٹر محمد یونس نے ایک جامع، مدلل اور اثر آفریں خطاب کیا۔

اسی طرح بیرسٹر یونس کی کوششوں کے سبب ایگریکلچر انکم ٹیکس بل سے مسلم اوقاف کو ٹیکس

سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اولاً بیرسٹر محمد یونس کی ترمیم پر بہار اسمبلی میں چار دنوں تک زوردار بحثیں ہوتی رہیں۔ آخر کار اس مسئلہ کو سلجھانے کے لیے مشہور کانگریسی لیڈر اور ماہر قلم کار ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) کو پٹنہ آنا پڑا۔ ابوالکلام آزاد نے بیرسٹر محمد یونس کی ترمیم کی معقولیت اور اچھائی کو تسلیم کر لی اور مسلم اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ افکار ملی (دہلی) بہار نمبر: شمارہ جولائی ۲۰۰۰ء: ص 248)

بیرسٹر محمد یونس کو تین مرتبہ بہار قانون ساز کونسل کا ممبر منتخب کیا گیا۔ بیرسٹر یونس نے اپنی وزارت عظمیٰ کے عہد میں اردو زبان کو پہلی سرکاری زبان کا درجہ دیا۔ بہار قانون ساز اسمبلی، بہار قانون ساز کونسل اور پٹنہ سول کورٹ کی عمارت بھی موصوف نے تعمیر کروائی۔

بیرسٹر محمد یونس کی وفات ۱۳: مئی ۱۹۵۲ء کو لندن اور لندن ہی میں بروک ووڈ مسلم قبرستان (Brookwood Muslim Graveyard) میں تدفین ہوئی۔

موصوف کے تفصیلی حالات ''بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس'' از اصغر امام فلسفی عظیم آبادی (مطبوعہ: سید ایڈورٹائزنگ نئی دہلی: ۱۹۸۷ء) میں مرقوم ہیں۔

پروفیسر عبدالباری (لیڈر لبرل یونین: ٹاٹا)

پروفیسر عبدالباری (۱۸۹۲ء-۱۹۴۷ء) بن محمد قربان علی شاہ آباد ضلع بھوج پور (بہار) میں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ پٹنہ یونیورسٹی (پٹنہ) سے ۱۹۲۰ء میں تاریخ میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ بہار نیشنل کالج میں ۱۹۲۱ء میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ بھارت مزدور یونین کے آپ ہی بانی ہیں۔ آپ انڈین نیشنل کانگریس کے ممبر تھے اور آپ نے تحریک آزادی میں زبردست حصہ لیا۔ ڈاکٹر راجندر پرساد سابق صدر جمہوریہ ہند نے ۲۲: مارچ ۱۹۴۸ء کو ان کی برسی کے موقع پر ان کی کاوشوں سے متعلق ایک پیغام لکھا جو ''مزدور آواز'' میں شائع ہوا۔

۱۹۳۷ء میں بہار کی پہلی کانگریسی حکومت میں بہار اسمبلی کے نائب اسپیکر رہے۔

۱۹۴۶ء میں بہار کانگریس کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ٹاٹا ورکس یونین کے صدر رہے۔ ۲۸: مارچ ۱۹۴۷ء کو فتوحہ ریلوے کراسنگ کے پاس گولی لگنے سے موت ہوگئی۔

پروفیسر ابوبکر احمد حلیم (ماہر تعلیم وسیاسی لیڈر)

پروفیسر ابوبکر احمد بن عبدالحلیم یکم مارچ ۱۸۹۷ء کوارکی ضلع جہان آباد (بہار) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ضلع اسکول گیا میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) سے بی اے کیا، پھر آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلینڈ) سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا پسندیدہ مضمون تاریخ تھا۔ اس میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا، لہٰذا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں آپ ۱۹۲۱ء میں تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

کچھ دنوں بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں شعبہ تاریخ اور شعبہ پالٹیکل سائنس کے صدر (ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ) مقرر کیے گئے۔ اس وقت دونوں شعبے ایک ساتھ تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کا پرو وائس چانسلر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ۱۹۴۴ء تک مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں خدمت انجام دی۔

آپ کا سیاست سے بھی تعلق تھا۔ یوپی اسمبلی کے لیے علی گڑھ حلقہ سے ممبر منتخب ہوئے۔ ہم عصر عظیم شخصیات سے آپ کے اچھے مراسم تھے۔ تاریخ داں کی حیثیت سے آپ بہت مشہور ہوئے اور کئی تاریخی کتابیں بھی تصنیف کیں اور بہت سے مقالے بھی لکھے۔

تقسیم ہند سے قبل آپ کو ایک یونیورسٹی کے قیام کے لیے سندھ بھیجا گیا۔ سندھ یونیورسٹی کے قیام کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔ وہاں آپ کی انتھک کوششوں سے کراچی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ آپ نے پاکستان میں رہ کر عملی سرگرمیاں قائم رکھیں۔

آپ انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرس کراچی اور موتمر عالم اسلامی کی پاکستان شاخ کے صدر بھی رہے۔ کراچی یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی کے بیک وقت وائس چانسلر رہے۔ موضع پنجراواں ضلع جہان آباد (بہار) کے بشیر وکیل کی بہن سے شادی ہوئی تھی۔

آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ دل کا دورہ پڑنے کے سبب ۲۰: اپریل ۱۹۷۵ء کو موصوف کا کراچی میں انتقال ہوا۔ آپ کو کراچی کے سوسائٹی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

(تذکرہ کاملان بہار: جلد اول: ص 19 - خدا بخش لائبریری پٹنہ)

پروفیسر ابوبکر احمد کو ۱۹۴۲ء میں متحدہ ہندوستان کے انٹر یونیورسٹی بورڈ کا چیئرمین منتخب کیا گیا تھا۔ آپ ایک ماہر تعلیم اور عظیم سیاست داں تھے۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ مسلم لیگ کی منصوبہ بندی کمیٹی کے سکریٹری بھی رہے۔

حضرت قاری سید ابوالہاشم اشرفی نالندوی

استاذ القراء عامل شریعت پیر طریقت حضرت حافظ سید ابوالہاشم علیہ الرحمۃ والرضوان کی تاریخ ولادت ۵: محرم الحرام ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۶: اپریل ۱۹۰۲ء بروز پیر ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید میر محسن ملک علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد بھی عالم و فاضل تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بہار شریف کے ایک بزرگ عالم دین سے آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل فرمائی۔ فراغت کے بعد حضرت شاہ چاند اشرفی بیتھوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل کی اور انہیں سے خلافت بھی حاصل تھی۔

حضرت قاری سید ابوالہاشم قدس سرہ العزیز حافظ و قاری اور عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ایک مستند شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص کیفؔ تھا۔ فن شاعری میں آپ سیماب اکبر آبادی کے شاگرد تھے۔ آپ نے بہت سی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ آپ کا دیوان آپ کے نامور فرزند سراج ملت حضرت سید سراج اظہر قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے یہاں محفوظ تھا۔

حضرت سید ابوالہاشم قدس سرہ العزیز عالم و فاضل ہونے کے ساتھ قراءت سبعہ کے بھی بہت ماہر تھے۔ آپ نے ایک طویل مدت تک علم قراءت و تجوید کا درس بھی دیا تھا اور فن قراءت و تجوید میں آپ کے بہت سے تلامذہ بھی تھے۔ سال ۱۹۶۲ء میں ممبئی میں ایک بڑا سنی اجلاس منعقد ہوا، جس میں حضور مفتی اعظم ہند مفتی مصطفٰے رضا خاں نوری بریلوی، حضور

سید العلما سید آل مصطفٰے مارہروی، حضور شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی، حضور برہان ملت علامہ برہان الحق جبل پوری، حضور مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی ودیگر اکابر علمائے اہل سنت وجماعت علیہم الرحمۃ والرضوان جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت سید قاری ابوالہاشم اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ جب حضور شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان وعظ وتقریر کے لیے جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ قراءت سبعہ کے امام ہیں حضرت مولانا سید ابوالہاشم بہار ی اور فرمائے کہ میں نے آج تک اتنا عمدہ لب ولہجہ اور اس عمدہ طرز میں تلاوت قرآن مجید نہیں سنا ہے، نہ علم قراءت وفن تجوید میں کسی کو اس قدر ماہر دیکھا۔

یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت سید ابوالہاشم علیہ الرحمۃ والرضوان نماز تہجد کے بعد جنوں کو قراءت وتجوید اور قرآن مقدس کی تعلیم دیتے تھے۔ کثیر تعداد میں قوم جن کے افراد آپ کے شاگرد ہیں۔ آج بھی رضا جامع مسجد (پھول گلی: ممبئی) میں بعض رحل کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ کسی جن کی رحل ہے جو یہاں وہ چھوڑ گئے ہیں۔

حضرت قاری سید ابوالہاشم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی قرآن مجید کی تعلیم وتدریس اور پیغام قرآن کو عام کرنے میں گزار دی۔ طاعت الٰہی کا جذبہ بھی خوب تھا۔ دنیاوی مال ودولت کی طرف کبھی مائل نہ ہوئے۔ تلاوت قرآن مجید آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

دینی خدمات انجام دیتے اور قوم کی رہنمائی ورشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے بروز جمعہ ۱۶: شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹: جون ۱۹۸۱ء کو آپ واصل الی اللہ ہوئے۔ آپ اپنے آبائی وطن موضع بین ضلع نالندہ (بہار) میں مدفون ہوئے۔

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو (علی گڑھ)

آپ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری کے اکلوتے نامور فرزند تھے۔ ۱۴: نومبر

۱۹۲۴ء کو پیدائش ہوئی۔ ۳۰: جون ۲۰۱۰ء کو وفات ہوئی۔ آپ کا لقب ''توقیر عرب تنویر عجم'' تھا۔ ۱۹۵۲ء میں مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری اور ۱۹۵۶ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلینڈ) سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں شعبہ عربی کے پروفیسر وصدر رہے۔ ۱۹۹۸ء میں مظہر الحق یونیورسٹی (پٹنہ) کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ پروفیسر سید امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشیں (مارہرہ مطہرہ) نے پڑھائی۔ علی گڑھ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

تفصیلی حالات ''پروفیسر مختار الدین احمد: محقق اور دانشور'' مرتب: شاہد ماہلی، مطبوعہ: غالب انسٹی ٹیوٹ (نئی دہلی) ۲۰۰۵ء میں مرقوم ہیں۔ یہ اہل علم کے مقالات کا مجموعہ ہے۔

حضرت مولانا عبد الشکور شمسی رضوی گیاوی

حضرت مولانا عبد الشکور شمسی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان حضور قاضی شمس العلما جون پوری قدس سرہ العزیز کے اجلہ وارشد تلامذہ میں سے تھے۔ درس نظامی کی مکمل تعلیم آپ نے حضور شمس العلما (۱۹۰۵ء-۱۹۸۱ء) سے حاصل کی۔ صرف ناظرہ کی تعلیم اپنے گاؤں میں پائی تھی۔ قاضی شمس العلما قدس سرہ العزیز ہی کے دست اقدس پر آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ (بی بی نسیمہ خاتون) اور بڑے فرزند عطاء المصطفٰی عالم شمسی بھی حضور شمس العلما جون پوری ہی سے بیعت ہیں۔ ایک بار حضور شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ اس گھر کے تمام بچے ہمارے مرید ہیں۔

حضور قاضی شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانی برکتیں آج بھی آپ کے گھر میں محسوس کی جاتی ہیں۔ حضرت قاضی شمس العلما جون پوری دو بار آپ کے گھر بھی تشریف لائے۔ ایک بار تعلیمی فراغت کے وقت اور ایک مرتبہ آپ کی شادی کے وقت۔ مولانا موصوف بھی اپنے استاذ وشیخ سے ملاقات کو آتے جاتے رہتے۔ شیخ کی وفات کے موقع پر

بھی جون پور حاضر ہوئے، لیکن آپ کے پہنچنے سے قبل تدفین کی کاروائی مکمل ہو چکی تھی۔

مولانا موصوف عہد طالب علمی میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے اور مدرسہ جانے میں کچھ تاخیر ہوئی۔ جب جون پور پہنچے تو اس وقت بھی کچھ بیمار تھے۔ حضور شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کی شفایابی کے لیے چالیس دنوں تک وظیفہ پڑھا، تا آں کہ آپ مکمل شفایاب ہو گئے۔ حضور شمس العلما کے فرزندان گرامی جناب جلال الدین صاحب اسامہ اور فاضل شہیر حضرت علامہ محی الدین احمد ہشام جعفری جون پوری سے بھی عمدہ روابط تھے۔

مولانا موصوف موضع بھنور ضلع نوادہ (بہار) کے باشندہ تھے۔ آپ کی ولادت غالباً ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ مولانا موصوف کے آباواجداد زراعت پیشہ تھے۔ ان کے گاؤں کے ایک دوست حافظ تجمل حسین صاحب رضوی جون پور میں حضرت قاضی شمس العلما جونپوری کے یہاں زیر تعلیم تھے۔ مولانا موصوف باشعور ہونے کے بعد کسب معاش کے لیے کلکتہ (بیچولال روڈ) چلے گئے۔ بیچولال روڈ (چمڑا ہاٹ: کلکتہ) کے مشہور بزرگ حضرت برتی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ ان سے فرمایا: ''بیٹا! تم دین کا علم حاصل کرو، یہ دنیاداری تمہارے لائق نہیں ہے''۔ حضرت برتی شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرمان کے بعد مولانا موصوف کے دل میں بھی تعلیم دین کا جذبہ بیدار ہوتا گیا اور باطن میں انقلاب برپا ہوتا رہا۔ آپ کے گاؤں کے حافظ تجمل حسین صاحب جون پور میں زیر تعلیم تھے۔ آپ بھی حضور قاضی شمس العلما جون پوری کی خدمت میں تعلیم دین کے لیے حاضر ہو گئے۔ اس وقت حضرت شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان مدرسہ حنفیہ جون پور میں درس دیتے تھے۔

مدرسہ حنفیہ نوابوں کا مدرسہ تھا۔ ایک زمانے میں امام المعقولات علامہ ہدایت اللہ خاں رام پور ثم جون پوری (م ۱۳۲۶ھ، ۱۹۰۸ء) تلمیذ خاتم الفلاسفہ علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) وہاں مسند تدریس پر جلوہ گر تھے اور حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی وہاں زیر تعلیم تھے۔ قاضی صاحب فی سبیل اللہ درس

دیا کرتے تھے، کیوں کہ نوابی ختم ہونے کے بعد مدرسے کا کوئی نگہبان نہ تھا۔ طلبہ کے خورد ونوش کے لیے اہل شہر اپنے گھروں میں ایک ایک طالب علم کی ذمہ داری قبول کر لیتے۔ بنارس وغیرہ میں آج تک یہ طریقہ رائج ہے اور جاگیر سسٹم کے نام سے متعارف ہے۔

حضور قاضی شمس العلما نے اپنے کاشانہ پر مولانا موصوف کے خورد ونوش کا انتظام فرمایا، پھر جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس سے حضرت شمس العلما کو دعوت تدریس آئی۔ مولانا موصوف بھی اپنے استاذ کے ساتھ بنارس چلے گئے۔ جامعہ حمیدیہ رضویہ (بنارس) سے آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد قاضی شمس العلما قدس سرہ العزیز آپ کی دعوت پر آپ کے گھر تشریف لائے اور آپ کے والد ملک سخاوت مرحوم بن ملک نتھو مرحوم سے فرمایا کہ ابھی عبدالشکور کو اور بھی پڑھنا ہے۔ اپنے شیخ کے حسب ارشاد آپ اپنے شیخ کی خدمت میں اکتساب فیض کرتے رہے۔ مولانا موصوف اکثر فرمایا کرتے کہ ہم نے حضرت قاضی شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی صحبت میں رہ کر جو سیکھا، وہ پڑھ کر بھی سیکھنا مشکل ہے۔

حضرت مولانا نجم الدین اورنگ آبادی سابق پرنسپل جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس وحضرت مفتی معطر علی رضوی (بھدوہی) آپ کے درسی ساتھیوں میں سے ہیں۔ تعلیمی فراغت کے بعد حضور شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کو بحیثیت مدرس جامعہ حمیدیہ (بنارس) میں رکھنا چاہتے تھے، لیکن آپ نے وہاں بحیثیت استاذ رہنا پسند نہ کیا، تب حضور شمس العلما قدس سرہ العزیز نے آپ کو جامعہ عربیہ ناگ پور (مہاراشٹر) بھیج دیا۔ آپ کئی سالوں تک وہاں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، اس کے بعد بلاس پور (ایم پی) بنگلور (کرناٹک) اور مختلف مقامات پر خدمت دین وسنیت انجام دیتے رہے۔ اخیر عمر میں گیا ضلع کے مختلف مقامات پر امامت وخطابت سے منسلک رہے۔

آپ اپنی تقریروں میں ترنم کے ساتھ فارسی اشعار پڑھا کرتے۔ آپ کو فارسی زبان وادب میں بھی عمدہ مہارت تھی۔ تقاریر وخطابات میں عموماً احقاق حق وابطال باطل کا غلبہ

ہوتا۔ وہابیہ اور دیابنہ آپ کے خطاب سے حواس باختہ ہو جاتے۔

بروز جمعہ ۱۳: ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۶: نومبر ۱۹۸۷ء کو بعد عصر آپ واصل الی اللہ ہوئے۔ آپ کی تدفین اپنے گاؤں کے قبرستان میں ہوئی۔ تدفین کے چند دنوں بعد آپ کی قبر پر از خود اجنبی قسم کے پھول کے پودے اگے اور پھر ان پودوں میں پھول کھلے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے: (آمین)

سراج ملت حضرت سید سراج اظہر قادری

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا حافظ قاری سید سراج اظہر قادری رضوی (ممبئی) بھی خانوادہ ملک کے چشم و چراغ تھے۔ میں نے ''سراج ملت: حیات و خدمات'' میں ان کے حالات و خدمات کو قلم بند کر دیا ہے، نیز ایک مفصل مضمون میں موصوف کے والد ماجد حضرت قاری سید ابو الہاشم اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تذکرہ بھی رقم کر دیا ہے۔

حضور سراج ملت قدس سرہ العزیز ۲۹: شعبان المعظم (رمضان المبارک کی چاند رات) ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۶: جون ۱۹۵۱ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ زیادہ تر اپنے وطن موضع بین میں رہا کرتی تھیں، اس لیے آپ کے ایام طفولیت کا بیش تر حصہ موضع بین ہی میں گزرا۔ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نانیہال موضع بین ہی میں تھا، ان کی ابتدائی تعلیم بھی موضع بین ہی میں ہوئی تھی۔ پروفیسر مختار الدین احمد آرزو (۱۹۱۷ء-۲۰۱۰ء) نے مقدمہ صحیح البہاری میں اس کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

حضرت سراج ملت کی ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ غوثیہ موضع بین (بہار) میں ہوئی۔ یہاں آپ نے مولانا عبد الحمید صاحب مرحوم اور سید عبد الحفیظ صاحب مرحوم وغیرہما سے ابتدائی عربی، ناظرۂ قرآن، اردو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بارہ سال کی عمر میں آپ ممبئی آگئے۔ یہاں آپ نے اپنے والد گرامی حضرت قاری سید ابو الہاشم صاحب اشرفی

کے یہاں حفظ قرآن، قراءت وتجوید اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی عصری علوم سے بھی منسلک رہے اور انٹرمیڈیٹ تک کی تعلیم حاصل کی۔ عربی وفارسی اور دینیات کی مزید تعلیم جناب ڈاکٹر سید محمد صدیق صاحب اور حضرت مولانا محمد اسلم صاحب سے حاصل کی۔

اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ حضور سید العلما علامہ مفتی سید آل مصطفےٰ مارہروی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور سید العلما قدس سرہ العزیز ممبئی میں کھڑک مسجد کی امامت وخطابت کے منصب پر فائز تھے۔ حضرت سراج ملت اپنے استاذ گرامی حضور سید العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی کتابیں چار سال تک پڑھتے رہے۔ حضور سید العلما قدس سرہ العزیز نے اپنے اس لائق وفائق شاگرد کو بہت پڑھایا بھی اور بہت کچھ عطا بھی فرمایا۔ دراصل بزرگوں کی صحبت بھی بہت مؤثر ہوتی ہے۔

حضرت سراج ملت نے بتایا کہ حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان جب کبھی بیمار ہو جاتے تو فرماتے کہ اب نہیں پڑھا سکوں گا۔ تلمیذ موصوف عرض کرتے کہ حضور میرا کیا ہوگا؟ حضور سید العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب میں ارشاد فرماتے: ''اب پلاؤں گا، اپنے نانا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سنت ادا کروں گا اور جو میں پلاؤں گا، وہ کبھی نہیں بھولو گے''۔

حضرت سراج ملت کے اندر اس قول مبارک کے اثرات نمایاں طور پر موجود تھے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ عہد ماضی میں بہت سے صاحب کرامت اساتذۂ کرام نے اپنے مخلص تلامذۂ کرام کو تعلیم وتربیت کے ذریعہ بھی سنوارا، اور انہیں اپنی مقبول ومستجاب دعاؤں میں بھی شامل فرمایا اور وہ تلامذہ آسمان علم وفضل پر چاند تارے بن کر جگمگانے لگے۔

حضور سراج ملت کی وفات ۷: جنوری ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ ممبئی میں تدفین ہوئی۔

علامہ ملک محمد شبیر عالم مصباحی (کلکتہ)

حضرت علامہ حافظ وقاری ملک محمد شبیر عالم مصباحی کی پیدائش غالباً ۲۵: ستمبر ۱۹۶۹ء

کوموضع مادھو پور (نزدلنگورہ: ضلع نوادہ بہار) میں ہوئی۔آپ کے دادا مولوی ملک فدا حسین قادری مرحوم ساکن لنگورہ (نوادہ: بہار) صاحب علم، پابند شرع اور دین دار شخص تھے۔

دادا کی وصیت کے مطابق آپ کو دینی تعلیم سے منسلک کیا گیا۔آپ نے کھاگرہ بڑی مسجد برہم پور مرشدآباد میں ناظرۂ قرآن مکمل کیا اور حفظ قرآن مجید کے لیے جامعہ عربیہ غوث اعظم مٹیا برج (کلکتہ) میں داخل ہوئے، پھر جامعہ مختار یہ کنڈہ پرتاب گڑھ چلے گئے۔

اس کے بعد ملک ہند کی مرکزی درس گاہ جامعہ اشرفیہ (مبارک پور: اعظم گڈھ یوپی) میں داخلہ لیے اور ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں قراءت حفص کی تکمیل کی ۔۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء میں شعبہ فضیلت کی تکمیل کی۔

دیگر تعلیمی اسانید: آپ نے اتر پردیش بورڈ لکھنو سے منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل دینیات، فاضل طب کے امتحانات دیئے اور ان کی سندیں حاصل کیں۔

طبی تعلیم: (1) فاضل طب (مدرسہ ایجوکیشن بورڈ لکھنو)

(2) جی اے ایم ایس: پروانچل آیورویدک میڈیکل کالج (مئو)

آپ مارچ ۱۹۹۴ء سے ۲۰۰۰ء تک جامعہ اسلامیہ اشرفیہ (سکٹھی: مبارک پور) میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور شعبہ عالمیت تک کی کتابیں آپ کے زیر تدریس رہیں۔

۲۰۰۱ء میں آپ جامع مسجد سدلگٹہ ضلع کولار (کرناٹک) کی امامت وخطابت کے منصب پر فائز ہوئے ۔۲۰۰۳ء میں فاروقیہ جامع مسجد سیٹھ پالیہ بنگلور آ گئے ۔۲۰۰۴ء میں سلطانی جامع مسجد (چترادرگہ: کرناٹک) میں خطیب وامام ہوئے ۔۲۰۰۷ء سے جامع مسجد رائڈ اسٹریٹ (کلکتہ) میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔اسی درمیان تین بار آپ نے کینیڈا کا سفر کیا اور وہاں چار سال رہ کر دینی وملی خدمات انجام دیں۔

آپ نے جامع مسجد رائڈ اسٹریٹ کلکتہ میں ۲۰۱۳ء میں دارالعلوم سدرۃ المنتہی (باغ فرقان ۱۴۳۴ھ) قائم کیا۔۲۰۱۵ء میں سدرہ ویلفیر ٹرسٹ کی تشکیل دی ۔۲۰۱۹ء میں سدرہ

دارالافتا قائم فرمایا اور دینی وملی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔آپ نے سدرہ ویلفیئر ٹرسٹ کے ماتحت دار الافتا، دار الیتامیٰ ،زہرا اکیڈمی ، البرکات عربک سنٹر، ملک العلما اسلامک ریسرچ سنٹر، حافظ ملت اکیڈمی، سکسیز پوائنٹ (کوچنگ سنٹر)، کریم کلینک وغیرہ قائم کیے۔

آپ ایک عظیم وماہر اور نکتہ رس قلم کار ہیں۔آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

(1) بخاری شریف کے ایمان افروز واقعات (2) قرآن کریم اور بخاری شریف سے جواب (3) بخاری شریف اور تجلیات قرآن (4) بخاری شریف اور علم غیب مصطفٰے و اختیارات مصطفٰے (5) بخاری شریف اور خلفائے راشدین (6) بخاری شریف اور اسلامی خواتین (7) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قربانی وعقیقہ کے فضائل (8) تجلیات قرآن (9) تجلیات رمضان (10) تکبیر کا مسئلہ (11) نکاح کے فضائل ومسائل (12) گلدستہ نقابت۔

آپ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰۱۶ء میں جامعہ ریاض الجنہ کینیڈا میں مقیم تھے۔اسی عہد میں سلسلہ شاذلیہ کے عظیم بزرگ، جلیل القدر عالم دین ومرشد برحق حضرت علامہ سید عبداللہ حداد ادریسی حسنی فاسی (مراکش: موراکو) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔مشائخ ہند میں حضور مجاہد ملت، حضور سرکار کلاں، حضور تاج الشریعہ وغیرہم سے اکتساب فیض کیے۔

آپ نے مبارک پور کے ڈاکٹر اظہار احمد عزیزی کے ساتھ عزیزی نرسنگ ہوم میں طبی خدمات بھی انجام دیں، پھر مصباحی کلینک میں ۲۰۰۰ء تک علاج ومعالجہ کرتے رہے۔

حضرت علامہ ملک محمد شبیر عالم مصباحی دام ظلہ العالی عہد حاضر میں خانوادہ ملک کے متحرک وفعال عالم دین اور عظیم دینی وملی رہنما ہیں۔آپ تعلیمی، تعمیری، تصنیفی، دینی، ملی وسماجی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔امید کہ آپ خاندان ملک کی جانب توجہ فرما کر ان کی دینی ومذہبی رہنمائی فرمائیں اور بیداری لائیں: جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین (آمین)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

خانوادہ ملک اور دین و مذہب

تواریخ وسیر کی معتبر کتابوں اور معتمد تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ صوبہ بہار کے ''ملک'' حضرت سید ابراہیم ملک بیو قدس سرہ العزیز کی آل واولاد ہیں۔حسب ونسب کی شرافت وفضیلت یقیناً قابل تکریم اور لائق توقیر ہے،لیکن حسب ونسب،شخصیت وقومیت، دولت وحکومت، اخلاق وکردار،عبادت وریاضت سے بھی پہلے ایمان وعقیدہ ہے۔اگر ایمان وعقیدہ خراب ہے تو آخرت تباہ وبرباد ہے۔حسب ونسب کام آنے والا نہیں ہے۔

طوفان نوح اور پسر نوح کی ہلاکت

حضرت نوح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اولوالعزم رسول تھے۔ان کا بیٹا ان کے دین ومذہب پر نہ تھا۔جب سیلاب آیا تو وہ بھی ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔طوفان سے نجات صرف مومنین کے لیے تھی۔حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی نجات کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں،یعنی وہ مومن نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:(حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ::وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ::

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوْحُ ﰳابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ::قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ

مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ: :وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ: :

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ: :قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ)

(سورہ ہود: آیت 40-46)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور ابلا، ہم نے فرمایا: کشتی میں سوار کر لے ہر جنس میں سے ایک جوڑا، نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے، ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔

اور بولا: اس میں سوار ہو، اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا۔ بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے اور وہ انہیں لیے جا رہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا۔ اے میرے بچے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ بولا: اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ کہا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں، مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا۔

اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا۔ عرض کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا۔ فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں۔ بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (کنز الایمان)

خانوادہ ملک جاگیرداروں کا خاندان تھا۔ امارت شرعیہ (پھلواری: پٹنہ) کے متعلقین نے مادی فوائد کے لیے ملکوں سے راہ و رسم بڑھائی اور رفتہ رفتہ اکثر لوگوں کو وہابی بنا دیا۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۴۷۰ھ-۵۶۱ھ) اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔ وہابیت کا وجود بارہویں صدی ہجری میں ہوا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ -۱۲۰۶ھ) وہابی مذہب کا بانی اور فرد اول ہے۔ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات چھٹی صدی ہجری میں ہوئی۔ اس وقت وہابیت کا نام ونشان نہیں تھا، پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آل واولاد یعنی خانوادہ ملک نے وہابیت ونجدیت کو کیسے قبول کرلیا؟

سلسلۂ غوث پاک اوراعلیٰ حضرت قادری

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) افغانی پٹھان تھے۔ آپ حضور غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی نسل پاک سے نہ تھے، بلکہ ان کے سلسلہ طریقت کے مریدین وخلفا میں سے تھے۔ آپ نے فروغ اسلام وتبلیغ سنیت کے لیے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، وہ جگ ظاہر ہیں۔ ملک العلما حضرت علامہ ظفرالدین بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے خاص شاگرد اور عزیز خلیفہ تھے۔

چوں کہ علامہ ظفرالدین محدث بہاری ملک خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس مناسبت سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے آپ کو ''ملک العلما'' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

ملک العلما محدث بہاری نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر ایک مفصل اور ضخیم کتاب بنام ''حیات اعلیٰ حضرت'' سال ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں آپ نے سید ابراہیم ملک بیو قدس سرہ العزیز کا تذکرہ فرمایا اور اپنا نسب نامہ بھی درج کیا ہے۔

ملک العلما محدث بہاری رضویات کے سب سے عظیم اور بنیادی قلم کار ہیں۔ آپ ایک عظیم مناظر تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے آپ سے متعلق الاستمداد میں فرمایا:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے　　اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

شہزادۂ غوث پاک اور میمن برادری

میمن برادری کے افراد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کرام میں سے ایک بزرگ کے دست اقدس پر ایمان لائے تھے، لہٰذا یہ لوگ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور اسی نسبت سے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم و مستحکم ہیں اور فروغ دین و ترویج سنیت کے لیے مسلسل کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی عالم گیر تنظیم ''تحریک دعوت اسلامی'' کا انتظام و انصرام میمن قبیلہ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ تحریک دنیا بھر میں تبلیغ اسلام و فروغ سنیت کی کوشش و کاوش میں مشغول و مصروف ہے۔ اس کی خدمات سے ساری دنیا واقف ہے۔ میمنی قبیلہ کے احوال درج ذیل ہیں:

ہندو پاک میں مسلمانوں کا سب سے متمول طبقہ ''قوم میمن'' ہے۔ یہ تجارت پیشہ قوم ہے اور ہندو پاک کے اکثر بڑے شہروں میں آباد ہے۔ میمن قوم کے آباواجداد نے ۱۱: ربیع الثانی ۸۳۱ھ کو حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک کے ایک بزرگ حضرت سید احمد شہاب الدین جیلانی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا، اس لیے یہ قوم حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتی ہے اور اسی نسبت کے سبب قوم میمن کی بڑی اکثریت مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہے۔ اس قوم کے قلوب و اذہان محبت اولیائے کرام سے معمور ہوتے ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک بڑی تعداد کو عشق مصطفوی سے سرشار اور احکام شرعیہ کا پابند پایا۔

یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور دولت و ثروت کی کثرت و فراوانی کے باوجود اسلامی طرز معاشرت کو پسند کرتے ہیں۔ قوم میمن کے بہت سے افراد کے چہروں پر داڑھی کی سنت سجی ہوتی ہے، ان کا لباس بھی مغربی طرز کا نہیں ہوتا۔ علما و مشائخ اور دینی شخصیات کا ادب و احترام اور تعظیم و توقیر بھی اس قوم کے مشہور اوصاف میں سے ہے۔ عروس البلاد ممبئی میں سنیت کے فروغ و استحکام میں اس قوم کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ ہندو پاک کے دیگر بلاد

وامصار میں بھی میمن برادری کی دینی وملی خدمات ناقابل فراموش اور قابل تحسین ہیں۔

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) کا ربط وتعلق قوم میمن سے بہت مستحکم تھا، لہٰذا انہیں کی زبانی قوم میمن کی داستان ایمانی رقم کی جاتی ہے۔

خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) نے فرمایا: ''کاٹھیاواڑ کی میمن قوم جو بہت ہی مخلص، بہت ہی مخیّر، دین دار اور خوش عقیدہ ہے۔ ان کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ بت پرست قوم تھی۔ ایک بار ان کا قافلہ کسی مندر کی پوجا کے لیے جارہا تھا۔ اتفاق سے درمیان میں ایک دریا حائل ہوگیا۔ ان لوگوں نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ کشتی مل جائے تو جائیں۔ حسن اتفاق ہی کہیے، وہیں کہیں سیدی سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے کوئی بزرگ تشریف فرما تھے۔

انھوں نے قافلے سے دریافت فرمایا: تم لوگ جاتے کیوں نہیں ہو؟ اہل قافلہ نے جواب دیا: آخر ہم کیسے جائیں؟ بیچ میں دریا حائل ہے۔ کشتی بھی نہیں، اس کے علاوہ اور کوئی سادھن بھی نہیں۔ خدا کی طرف سے ہدایت ان کے حق میں مقدر ہو چکی تھی۔ آپ کو ان کے حال زار پر ترس آیا۔ فرمایا: اگر وہ مندر یہیں آجائے تو؟ قافلے نے ایک زبان ہوکر کہا: پھر اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم لوگ آنکھیں بند کرلو۔ فرمایا: اب آنکھیں کھول دو۔ آنکھیں جیسے ہی کھولا، مندر کو سامنے پایا۔ آپ نے طنزاً کہا: اس کی پوجا کرو۔ اب اسلام کے لیے ان کے دلوں کا دروازہ کھل چکا تھا۔

پورے قافلے نے کہا: اب تم کو پوجیں یا مندر کو، جس کی انگلیوں کے اشارے سے مندر ڈول رہا ہے۔ اب اسے کیوں کر پوجا جائے، لہٰذا اب آپ ہمیں مشرف باسلام کیجیے، مگر ہماری دو شرطیں ہیں: (1) اولاً: ہم میں حسن ہو۔ (2) دوم: دولت۔ آپ نے دعا مانگی اور خدا نے عطا فرمادیا۔ چنانچہ میمن قوم میں حسن ودولت، دونوں ہیں''۔

(خطبات نظامی: ص232-233- قادری کتاب گھر بریلی شریف)

ڈاکٹر حسن رضا خاں (پٹنہ) نے لکھا کہ پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہ العزیز کا تعلق خاندان ملک سے تھا۔ (پاسبان ملت، حیات و خدمات: ص 17)

پاسبان ملت: حیات و خدمات میں علامہ نظامی کے مفصل حالات مرقوم ہیں۔

قوم میمن کی جانب سے حضرت سید احمد شہاب الدین قادری جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پیش کردہ اقرار نامہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ یہ اقرار نامہ فارسی زبان میں مرقوم ہے اور قوم میمن کا دستخط گجراتی زبان میں ہے۔ یہ اقرار نامہ میمن قبائل کے یہاں آج تک نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا آیا ہے۔ میمن قوم اس اقرار نامہ کو بحفاظت تمام مابعد نسلوں کے سپرد کرنے کا اہتمام کرتی ہے اور اس کو دین و دنیا کے حسنات و برکات کا ذریعہ اعتقاد کرتی ہے۔ یہ اقرار نامہ میمن قوم کے بعض افراد کے توسط سے مجھے دستیاب ہوا۔

اقرار نامہ قوم میمنی بر تختی برنجی در بدین (ملک سندھ)

سلالہ خاندان مصطفوی، نقارۂ دودمان مرتضوی، ہادی گم گشتگان، رہنمائے مریدان، پوست نشین غوث محی الدین سید احمد شہاب الدین جیلانی قادری ہمیشہ برفرق ما ظل تو قائم باد۔

قبلہ گاہا! بعنایت خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و بکرم غوث الاعظم دستگیر قدس سرہ الاقدس و خاص بنظر فیض تو از دنس کفر و رجس شرک بردست اقدس تو توبہ کردہ مشرف باسلام و مقلد بمذہب ابوحنیفہ و منسلک بسلسلہ قادریہ شدہ ملقب بہ میمنی گشتیم۔

شاہا! ما دستخط کنندگان ذیل من جانب کل جماعت میمنی رقم کردہ پیش کش تو می کنیم کہ از امروز تا روز محشر ہر ہر فرد از جماعت میمنی غلام تو و اولاد و اولاد اولاد و اولاد خاندان تو ہست۔ اگر کسے از اولاد ما و اولاد اولاد ما از تو و از اولاد و اولاد اولاد و خاندان تو اباء و دور و منحرف و روگرداں شود، آں از نسل ما نیست۔ بر ایں اقرار خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم را گواہ می سازیم۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ زیادہ حد ادب۔

روز دوشنبہ یازدہم ربیع الثانی شریف ۸۳۱ھجری

غلام از غلامان تو میمنی آدم، میمنی عبداللہ، میمنی عبد اللطیف، میمنی عبدالاحد، میمنی عبد الواحد، میمنی صلاح الدین، میمنی کرم اللہ، میمنی طیب، میمنی محمد جعفر (گجراتی زبان میں)

(ترجمہ) میمن قوم کا اقرار نامہ پیتل کی تختی پر، بمقام بدین (ملک سندھ)

خلاصہ خاندان مصطفوی، نقارۂ دودمان مرتضوی، ہادی گم گشتگان، رہنمائے مریدان، سجادہ نشین حضرت غوث محی الدین جیلانی سید احمد شہاب الدین جیلانی قادری، ہمارے سروں پر آپ کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔ اے ہمارے قبلہ! خدا عزوجل اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت اور حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کرم اور خاص آپ کی نگاہ فیض سے ہم لوگ کفر کی آلودگیوں اور شرک کی نجاستوں سے آپ کے مقدس ہاتھ پر توبہ کرکے مشرف باسلام اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک ہوکر ''میمنی'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔

اے ہمارے آقا! ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان تمام میمنی جماعت کی جانب سے آپ کی بارگاہ میں تحریر پیش کرتے ہیں کہ آج کے دن سے حشر کے دن تک میمنی جماعت کا ہر ہر فرد آپ کا، آپ کی اولاد کا اور اولاد کی اولاد اور آپ کے خاندان کا غلام ہے۔

اگر ہماری اولاد یا اولاد کی اولاد کا کوئی فرد آپ سے اور آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور آپ کے خاندان سے انکار، دور، منحرف اور روگردانی کرے تو وہ ہماری نسل سے نہیں ہے۔ اس اقرار پر ہم خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں۔

گر قبول ہو تو کیا ہی عزت و مرتبہ ہو۔ زیادہ حد ادب۔ بروز پیر گیارہ ربیع الثانی ۸۳۱ھجری۔

اقرار نامہ کے عنوان میں مستعمل لفظ ''بدین'' کی وضاحت مجھے میسر نہ ہوسکی۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق اسے ایک گاؤں سمجھ کر ترجمہ کر دیا ہے۔ ممکن ہے کہ ''ب'' کا اضافہ

کاتب نے کر دیا ہو، اور اصل عبارت ''دردین'' ہو۔ اگر کسی صاحب کو صحیح اطلاع ہو تو میری رہنمائی فرمائیں، تاکہ اصل حقیقت واضح ہو سکے اور تصحیح کر دی جائے۔

اقوام میمنی سے اولین مشرف باسلام ہونے والوں کے نام

مانک جی داس: ان کے دو بھائی تھے (1) سندر جی (2) کان جی۔ مانک جی کا اسلامی نام آدم اور ان کے بڑے فرزند کنور جی کا نام احمد اور چھوٹے فرزند بھوج راج جی کا نام غلام محمد۔ مانک جی کے بھائی سندر جی کا عبداللہ اور ان کے بڑے فرزند وہن راج کا غلام علی اور چھوٹے فرزند سوم جی کا غلام محی الدین اور چھوٹے بھائی کان جی کا عبداللطیف اور ان کے فرزند ست رام جی کا غلام حیدر رکھا گیا۔ قوم لہانہ کے دو دھرم گرو اسلام قبول کئے (1) چتر بھوج جی (2) ریوادا ہن۔ چتر بھوج جی کا نام عبدالاحد اور ان کے فرزند شنکر لال کا غلام احمد رکھا گیا۔ گرو ریوادا ہن کا نام عبدالواحد اور ان کے فرزند رو جی کا نام غلام حسن رکھا گیا۔ ان دونوں گرو کے ہونہار چیلے نارائن جی کا نام غلام حسین رکھا گیا۔ یہ دونوں گرو اور اس کا چیلا (نارائن جی) مانک جی داس یعنی میمنی آدم سیٹھ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔

میمن قبائل کے نام

(1) مانکانی (2) بھٹڑے (3) کانجیانی (4) جونسانی (5) صابوانی
(6) گھگھڑے (7) وانکانی (8) کھیٹ (9) دھیان (10) گلرے
(11) گلریئے (12) کملانی (13) وٹاؤ (14) ھیندانی (15) دھیدے
(16) جھندے (17) بکالی (18) ہانائی (19) پڑیئے (20) آکبانی
(21) سریئے (22) گایئے (23) کاٹھیارے (24) چھینائی (25) کاگڑے
(26) کھلسائی (27) چمار (28) کپایئے (29) منشی (30) دنیّانی
(31) وچھات (32) مچھیارے (33) بٹلر (34) جھنڈے (35) دہمڑے

(36) دھنئے (37) پسو (38) آڑیئے (39) پربھئے (40) کیسانی
(41) لوے (42) وین (43) بدھے (44) جعفرانی (45) پٹے والے
(46) جانکھڑے (47) ماپارے (48) لاکھانی (49) نورانی (50) کادوانی
(51) لکتانی (میمن خاندان کے کل اکاون خاندانوں کے نام اس میں مرقوم ہیں)

ذیلی قبائل کی مذکورہ بالا فہرست بتا رہی ہے کہ قوم میمن ایک کثیر القبائل جماعت ہے۔ قبول اسلام کے وقت ہی اس قوم کو ''میمن'' کا لقب دیا گیا، جیسا کہ اقرار نامہ میں اس کی صراحت مرقوم ہے۔ آج تک ہند و پاک میں یہ قوم اسی نام سے متعارف ومشہور ہے۔

مجموعی طور پر قوم میمن بلند اخلاق، وسیع الظرف، سخی قلب اور متحمل مزاج واقع ہوئی ہے۔ قوم میمن اس لیے مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم ومستحکم ہے کہ ان کے مورثین نے شہزادۂ غوث اعظم قدس سرہ العزیز کے دست اقدس پر ایمان قبول کیا تھا اور قوم ملک حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آل واولاد ہو کر بھی بدمذہبیت میں ڈوبی ہوئی ہے: فیاللعجب

عوام مسلمین کے غلط افکار ونظریات

اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ عبادت وریاضت نجات کے لیے کافی ہے، حالاں کہ اگر ایمان وعقیدہ درست نہ ہو تو آخرت میں طاعت وعبادت اور اعمال صالحہ کام نہیں آئیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے: (هَلْ اَتٰىکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ: : وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ: : عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: : تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً) (سورہ غاشیہ: آیت 1-4)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی۔ کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔ کام کریں، مشقت جھیلیں، جائیں بھڑکتی آگ میں۔ (کنزالایمان)

کام کرنے اور مشقت جھیلنے کا معنی یہ ہے کہ وہ عبادت وریاضت کریں گے، لیکن ایمان وعقیدہ غلط ہونے کے سبب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ایمان اصل ہے اور عمل فرع۔

ہاں، ایمان کے ساتھ نیک عمل بھی ضروری ہے، ورنہ بندہ گنہ گار اور مستحق جہنم قرار پاتا ہے۔

عبادت پر غرور اور افضلیت کا وہم

عہد رسالت کے ایک عابد کا واقعہ محررہ ذیل ہے۔ یہ حب مصطفوی سے محروم اور افضلیت کے گمان میں مبتلا تھا اور اپنے آپ کو معاذ اللہ نہ جانے کتنوں سے افضل گمان کرتا تھا۔

(عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَهُ نِكَايَةٌ فِى الْعَدُوِّ وَاجْتِهَادٌ-فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَا اَعْرِفُ هٰذَا''-قَالَ: بَلْ نَعْتُهُ كَذَا وَكَذَا- قَالَ: ''مَا اَعْرِفُهُ''-فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ طَلَعَ الرَّجُلُ فَقَالَ: هٰذَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ-قَالَ: ''مَاكُنْتُ اَعْرِفُ هٰذَا-هٰذَا اَوَّلُ قَرْنٍ رَأَيْتُهُ فِىْ اُمَّتِىْ، اِنَّ فِيْهِ لَسَفْعَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ''-فَلَمَّا دَنَا الرَّجُلُ، سَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ، هَلْ حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ حِيْنَ طَلَعْتَ عَلَيْنَا اَنَّ لَيْسَ فِى الْقَوْمِ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكَ؟''-قَالَ: ''اَللّٰهُمَّ نَعَمْ''-قَالَ: فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ بَكْرٍ: ''قُمْ فَاقْتُلْهُ'' فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَجَدَهُ قَائِمًا يُصَلِّىْ، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فِىْ نَفْسِهٖ: اِنَّ لِلصَّلٰوةِ حُرْمَةً وَحَقًّا وَلَوْ اَنِّىْ اِسْتَأْمَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَ قَتَلْتَهٗ؟'' قَالَ: لَا، رَأَيْتُهٗ يُصَلِّىْ وَ رَأَيْتُ لِلصَّلٰوةِ حُرْمَةً وَحَقًّا، وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اَقْتُلَهٗ قَتَلْتُهٗ-قَالَ: ''لَسْتَ بِصَاحِبِهٖ-اِذْهَبْ اَنْتَ يَا عُمَرُ فَاقْتُلْهُ''-فَدَخَلَ عُمَرُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ سَاجِدٌ فَانْتَظَرَهٗ طَوِيْلًا، ثُمَّ قَالَ فِىْ نَفْسِهٖ: اِنَّ لِلسُّجُوْدِ حَقًّا، وَلَوْ اَنِّىْ اِسْتَأْمَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اِسْتَأْمَرَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّىْ، فَجَاءَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''اَ قَتَلْتَهٗ؟'' قَالَ: لَا، رَأَيْتُهٗ سَاجِدًا وَرَأَيْتُ لِلسُّجُوْدِ حَقًّا وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اَقْتُلَهٗ قَتَلْتُهٗ-

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَسْتَ بِصَاحِبِهٖ–قُمْ يَا عَلِيُّ! اَنْتَ صَاحِبُهٗ اِنْ وَجَدْتَهٗ"–فَدَخَلَ فَوَجَدَهٗ قَدْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَرَجَعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اَ قَتَلْتَهٗ؟" قَالَ: لَا–فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قُتِلَ الْيَوْمَ مَا اخْتَلَفَ رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِيْ حَتّٰى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ"، (مسند ابویعلیٰ: جلد ششم: ص 340)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا جس کا جہاد میں دشمن پر غلبہ اور جدوجہد تھی، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا ہوں۔ قائل نے عرض کیا: اس کی صفت ایسی ایسی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا ہوں، پس اسی درمیان کہ ہم لوگ اسی گفتگو میں تھے، جبھی وہ آدمی نظر آیا، پس قائل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ وہی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کو نہیں پہچانتا تھا۔ یہ پہلا طبقہ ہے جسے میں نے اپنی امت میں دیکھا۔ بے شک اس میں شیطان کا لگایا ہوا نشان ہے، پس جب وہ آدمی قریب ہوا تو سلام کیا، پس حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، جب تم نے ہم لوگوں کو دیکھا تو کیا تم نے اپنے دل میں یہ بات کہی کہ اس جماعت میں مجھ سے افضل کوئی نہیں؟ اس آدمی نے کہا: قسم بخدا! ہاں (یعنی میں نے اپنے دل میں ایسی بات لائی)

راوی نے کہا: پس وہ آدمی مسجد میں داخل ہوا، اور نماز پڑھنے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے ارشاد فرمایا: جائیے، اسے قتل کر دیجئے، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسجد میں) داخل ہوئے، پس اس آدمی کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے پایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ نماز کا

ایک احترام اور ایک حق ہے تو اگر میں حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرلوں (تو یہ اچھا ہوگا)، پس وہ آئے تو حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اسے قتل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، میں نے اسے نماز پڑھتے پایا اور میں نے خیال کیا کہ نماز کا ایک احترام اور ایک حق ہے اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں کہ میں اسے قتل کر دوں تو میں اسے قتل کر دیتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ اس کو قتل کرنے والے نہیں۔

اے عمر! آپ جایئے اور اسے قتل کر دیجئے، پس حضرت عمر فاروق مسجد میں داخل ہوئے، پس وہ سجدہ کر رہا تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت دیر تک اس کا انتظار کیا، پھر انھوں نے اپنے دل میں کہا کہ سجدہ کا ایک حق ہے اور اگر میں حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرلوں (تو یہ اچھا ہوگا)، پس انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی ہے جو مجھ سے بہتر ہیں، پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اسے قتل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، میں نے اسے سجدہ کرتے ہوئے پایا اور میں نے خیال کیا کہ سجدہ کا ایک حق ہے اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں کہ میں اسے قتل کر دوں تو میں اسے قتل کر دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ اس کو قتل کرنے والے نہیں۔

اے علی! آپ جایئے، آپ اسے قتل کرنے والے ہیں، اگر آپ نے اسے پا لیا، پس شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھے کہ وہ مسجد سے نکل چکا ہے، پس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے تو حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اسے قتل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، پس حضور اقدس

رحمت دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ آج قتل ہو جاتا تو میری امت کے کوئی دو آدمی دجال کے نکلنے تک اختلاف نہ کرتے۔

وہ قلوب جو محبت الٰہی اور عشق نبوی سے معمور ہوتے ہیں، شیطان کی فریب کاریاں وہاں بے اثر ہو جاتی ہیں اور جو دل حب الٰہی و محبت مصطفوی سے خالی ہوتا ہے، وہ شیطان کا مسکن بن جاتا ہے جیسا کہ خود شیطان بڑا عابد و زاہد تھا، لیکن محبت آدم سے خالی تھا۔ انجام کار کفر میں مبتلا ہوا۔ اپنے علم و عبادت کو دیکھ کر بولا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔ اسی طرح یہ عابد بھی تمام حاضرین مجلس سے خود کو افضل شمار کیا، حالاں کہ اس مبارک مجلس میں سید السادات علی الاطلاق افضل الخلائق بالاتفاق حضور اقدس سید الانبیا والمرسلین علیٰ رسولنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بھی جلوہ افروز تھے، یعنی وہ شخص اپنے آپ کو حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی افضل و برتر گمان کر لیا۔ اگر اس کے دل میں محبت نبوی وعشق مصطفوی ہوتا تو وہ اپنے کو بارگاہ رسالت کا ایک ادنیٰ غلام اور خود کو حضور اقدس تاجدار انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم سے حد درجہ فروتر، بلکہ خاک قدم شمار کرتا۔

خود کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل قرار دینا ہی کفر ہے۔ بھلا کوئی غیر نبی کسی نبی سے افضل کیسے ہوسکتا ہے؟ ممکن ہے کہ اسی کفر کے سبب حکم قتل دیا گیا ہو، یا دائمی طور پر فتنہ کو ختم کرنے کے واسطے حکم قتل دیا گیا ہو، جیسا کہ حضو اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج اگر یہ قتل ہو جاتا تو میری امت میں فتنہ ختم ہو جاتا۔

آج بھی اس گمراہ کے برادران دینی دنیا میں موجود ہیں جو افضل البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرح بشر، اپنے بڑے بھائی کی مثل، قاصد اور ایلچی گمان کرتے ہیں۔ حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص و بے ادبی ایسے لوگوں کا مذہب ہے، پھر ان لوگوں سے بڑا بد مذہب کون ہوگا۔ اگر عبادت نجات کے لیے کافی ہوتی تو ابلیس لعین نجات یافتہ ہوتا، لیکن خلیفہ الٰہی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر سے منہ موڑا،

پس صراط مستقیم سے دور جا گرا، پھر مردود بارگاہ خداوندی ہو کر جنت سے نکال دیا گیا۔

آج بھی جو کوئی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف شان کرتا ہے، وہ شیطان کے فریب کا شکار ہے، لیکن شیطان اسے حق سمجھنے کی مہلت بھی نہیں دیتا ہے۔

توحید شیطانی میں عبادت الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔توحید رحمانی میں عبادت الٰہی کے ساتھ تعظیم انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی داخل ہے، یہاں تک کہ نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام اور درود بھیجنے کا حکم آیا، حالاں کہ نماز خالص عبادت الٰہی ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حب نبوی و دیدار مصطفوی کے سبب اغواث واقطاب، ابدال واوتاد وافراد، نجبا ونقبا، اولیا وصلحا، مجتہدین ومحدثین و جملہ مومنین سے افضل قرار پائے۔دل میں عشق کی شمع روشن کرو، اور انعامات الٰہیہ کا نظارہ دیکھو۔

محبت نبوی کے سبب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل قرار پائے۔اولیائے امت علیہم الرحمۃ والرضوان عشق مصطفوی ومعرفت محمدی کے بغیر معرفت الٰہی کو نہیں پا سکتے۔کوئی ولی ایسا نہیں ہو سکتا جو حضور اقدس خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی ورسول کی بے ادبی کرے۔حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی بھی بلا واسطہ دربار الٰہی تک رسائی نہیں پا سکتا اور ہر نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اپنے امتی کے لیے دربار خداوندی میں وسیلہ ہیں۔قرآن مقدس میں ارشاد الٰہی ہے:

(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ) (سورہ مائدہ: آیت 35)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔(کنزالایمان)

قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے تحریر فرمایا:

"آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام می فرماید: "مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ"- ہر چند مناسبت بیش تر، فوائد صحبت افزوں تر، لہٰذا صدیق از جمیع اصحاب افضل گشت، و ہیچ یکے از آنہا بمرتبہ او نرسید، چہ مناسبت بآں سرور از

ہمہ بیش تر داشت۔قال علیہ السلام: (مَا فُضِّلَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَلَا بِکَثْرَۃِ الصِّیَامِ وَلٰکِنْ شَیْءٌ وُقِّرَ فِیْ قَلْبِہٖ) علماء گفتہ اند کہ آں شیٔ حب پیغمبر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والفناء فیہ‘‘۔(تائید اہل سنت از مجدد الف ثانی: ص 28-استنبول: ترکی)

ترجمہ: حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے میں القا فرمایا، میں نے اس کو ابوبکر صدیق کے سینے میں القا کر دیا ہے۔مناسبت جتنی زیادہ ہوگی، صحبت کے فوائد زائد تر ہوں گے۔اسی (مناسبت) کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہوئے اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کے رتبے کو نہ پہنچ سکے، کیوں کہ حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ کرام کی بہ نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر صدیق کو کثرت نماز وکثرت روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں ملی، بلکہ اس چیز کی وجہ سے فضیلت ملی جو ان کے قلب میں ڈالی گئی۔علما فرماتے ہیں کہ وہ چیز حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فنا فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم میں سب سے افضل ہیں۔انہیں یہ بلند رتبہ محبت نبوی وعشق مصطفوی کے سبب ملا۔حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت فرمادی کہ نماز وروزہ کی وجہ سے یہ درجہ نہ ملا۔بددین وملحدین کہتے ہیں کہ رسول ہماری طرح بشر ہیں۔یہ بالکل غلط ہے۔حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا ایسے بشر ہیں کہ جن سے محبت فرمانے والے افضل البشر بعد الانبیا کے رتبہ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔وہ بشر ہیں، لیکن ان کی طرح کوئی بشر نہیں۔

خانوادہ ملک بنی اسرائیل کا طریق کار اختیار نہ کرے۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت سی فضیلتیں عطا فرمائی تھیں، پھر ان کی نافرمانی کے سبب فضائل سلب کر لیے گئے اور ان پر ذلت وخواری مسلط کر دی گئی، لہٰذا ہر کوئی اپنے انجام پر غور کرے اور اپنا ایمان صحیح رکھے۔

ارشاد الٰہی ہے:(ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ)

ترجمہ: ان (بنی اسرائیل) پر جمادی گئی خواری (ذلت) جہاں ہوں، امان نہ پائیں، مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضبِ الٰہی کے سزاوار ہوئے اور اُن پر جمادی گئی محتاجی، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے، یہ اس لیے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔ (سورہ آل عمران: آیت 112) (کنزالایمان)

فاتح بہار کانفرنس (کلکتہ)

راقم نے ۲۸: نومبر ۲۰۰۴ء کو مسلم انسٹی ٹیوٹ (کلکتہ) میں حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی قدس سرہ العزیز کی یاد میں ''فاتح بہار کانفرنس'' کا انعقاد کیا تھا۔ اس میں عالی جناب پروفیسر سید جمال الدین اسلم برکاتی سابق ہیڈ آف ہسٹری ڈیپارٹمنٹ ملیہ یونیورسٹی (دہلی) وسابق پرنسپل جامعۃ البرکات (علی گڑھ) بحیثیت خطیب شریک ہوئے۔

شہر کلکتہ کے علمائے کرام، دانشوران عظام، سیاسی قائدین وعوام نے شرکت کی تھی۔ عزت مآب پروفیسر مختار الدین احمد آرزو (علی گڑھ) کو بھی میں نے ان کے کاشانہ (ناظمہ منزل: علی گڑھ) جا کر دعوت دی تھی، لیکن ضعیف العمری کے سبب وہ حاضر اجلاس نہ ہو سکے۔ ہاں، وہ بہت خلوص اور اپنائیت کے ساتھ ملاقات کیے تھے۔

ملک محمد قمر الدین (کاٹن گیلری: کلکتہ)، عطاء المصطفٰی عالم شمسی، محمد کمال بن ملک عثمان مرحوم (بھنور ضلع نوادہ: بہار) ودیگر احباب نے انتظامی امور میں شرکت کی تھی۔

اپنے بزرگوں کی یاد منانا زندہ قوموں کی علامت ہے۔ امید کہ ملک زادگان اس جانب کچھ پیش قدمی کریں اور اپنے مورث اعلیٰ کی یاد منا کر زندہ دلی کا ثبوت دیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

کتاب کے مآخذ و مراجع

(1) ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی (شمارہ: فروری ۱۹۷۷ء)

(2) ماہنامہ افکار ملی (دہلی) بہار نمبر شمارہ: جولائی ۲۰۰۰ء

(3) اہل ہند کی مختصر تاریخ: از پروفیسر ڈاکٹر تارا چند (سابق وائس چانسلر: الٰہ آباد یونیورسٹی: الٰہ آباد) (۱۸۸۸ء-۱۹۷۳ء) مطبوعہ: اردو اکیڈمی (دہلی)

(4) اتھنولوجی آف بنگال (انگلش): از ای ٹی ڈلٹن (۱۸۱۵ء-۱۸۸۰ء) مطبوعہ: ایشاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ)

(Descriptive Ethnology of Bengal)

By Edward Tuite Dalton C.S.I.

(5) اے شارٹ ہسٹری آف سراسنس (انگلش): از جسٹس امیر علی (۱۸۴۹ء-۱۹۲۸ء) سابق جج کلکتہ ہائی کورٹ- مطبوعہ: میکملن اینڈ کمپنی (لندن)

(A Short History of Saracens)

(6) اے شارٹ ہسٹری آف دی ملکس: ایم یاسین یونس (۱۹۰۷ء-۱۹۴۸ء)

(A Short History of The Mullicks)

مطبوعہ: کھڑ گاولاس پریس باقر گنج (پٹنہ) سال طباعت: ۱۹۳۷ء

(7) الدر المنثور فی تراجم اہل صادق فور: از عبدالرحیم صادق پوری (م ۱۹۲۳ء) مطبوعہ: ہادی المطابع (کلکتہ)

(8) بہارستان سخن (کاشف الحقائق): از حکیم امداد امام اثر بہاری آروی (۱۸۴۹ء-۱۹۳۴ء) مطبوعہ: مطبع اسٹار آف انڈیا: آرہ (بہار)

(9) پاسبان ملت: حیات وخدمات: از ڈاکٹر علامہ حسن رضا خاں (پٹنہ) مطبوعہ: ادارہ فروغ اسلام سلطان گنج (پٹنہ)

(10) تاریخ الاولیاء: از مفتی شفیق احمد شریفی (الہ آباد)

(11) تاریخ ملک: از عبدالحلیم خواجہ پوری مطبوعہ: حلیمی پریس چترنجن ایوینو (کلکتہ)

(12) (تاریخ بارہ گانواں ومضافات: از پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمٰن پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی (کلکتہ) مطبوعہ: فوٹو آفسیٹ پرنٹرس تال بگان لین (کلکتہ)

(13) تاریخ صوبہ بہار: از علی محمد شاد عظیم آبادی (۱۸۴۶ء-۱۹۲۷ء)
مطبوعہ: مطبع صبح صادق عظیم آباد (پٹنہ)

(14) تاریخ جدید اڑیسہ و بہار: از اولاد حیدر فوق بلگرامی - مطبوعہ: مطبع اکبری (پٹنہ)

(15) تاریخ مگدھ: از فصیح الدین بلخی عظیم آبادی (۱۸۸۵ء-۱۹۶۲ء)
مطبوعہ: انجمن ترقی اردو (دہلی)

(16) تاریخ فیروز شاہی (فارسی): از مولانا ضیاء الدین برنی (۱۲۸۵ء-۱۳۵۷ء)
مطبوعہ: ایشیاٹک سوسائٹی بنگال (کلکتہ)

(17) تحفہ بہار: از مفتی عبدالمتین بہاری سابق صدر مدرس مدرسہ عزیزیہ (بہار)

(18) تذکرہ کاملان بہار - مطبوعہ: خدا بخش پبلک لائبریری (پٹنہ)

(19) تذکرہ علمائے اہل سنت: از علامہ محمود احمد قادری رفاقتی مظفر پوری۔
مطبوعہ: سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ (فیصل آباد) سال: ۱۹۹۲ء

(20) (تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام: از شاہ محمد کبیر ابوالعلا دانا پوری بن شاہ وزیر عطا دانا پوری - مطبوعہ: مطبع منشی نول کشور (لکھنو)

(21) حیات ملک العلما: از پروفیسر مختار الدین احمد آرزو (۱۹۱۷ء-۲۰۱۰ء)
مطبوعہ: انجمن برکات رضا (پھول گلی مسجد: ممبئی)

(22) رود کوثر: از شیخ محمد اکرام پاکستانی (۱۹۰۸ء-۱۹۷۳ء)
مطبوعہ: ادبی دنیا مٹیا محل (دہلی)

(23) ریاض النعیم: از ملک محمد نعیم جہاں آبادی (غیر مطبوعہ)

(24) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان (عربی): از میر غلام علی آزاد بلگرامی

ناشر: ملک الکتاب مرزا محمد شیرازی (ممبئ) (۱۳۰۳ھ)

(25) سفرنامہ ابن بطوطہ (اردو ترجمہ): از محمد حسین (ولادت: ۱۸۵٦ء) سابق ڈسٹرکٹ جج فیروز پور۔ مطبوعہ: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت (اسلام آباد)

(26) سوانح اعلیٰ حضرت: از مفتی بدرالدین احمد قادری (۱۹۲۹ء-۱۹۹۲ء)

(27) شرفا کی نگری: از سید قیام الدین نظامی قادری فردوسی

مطبوعہ: نظامی اکیڈمی (کراچی)

(28) فقیہ اسلام: از ڈاکٹر علامہ حسن رضا خاں (پٹنہ)

مطبوعہ: ادارہ تصنیفات امام احمد رضا (کراچی)

(29) کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار (انگلش): از سید حسن عسکری (۱۹۰۱ء-۱۹۹۰ء)

مطبوعہ: رتنا پرنٹنگ ورکس (بنارس)

(The Comprehensive History of Bihar)

(30) مآثر الکرام (فارسی): از میر سید غلام علی آزاد بلگرامی (۱۷۰۴ء-۱۷۸٦ء)

مطبوعہ: مطبع مفید عام: آگرہ (یوپی)

(31) مفتاح التواریخ (فارسی) مطبوعہ: مطبع منشی نول کشور لکھنو (یوپی)

از تھامس ولیم بل (م ۱۸۷۵ء) (Thomas William Beale)

(32) مقدمہ صحیح البہاری: از پروفیسر مختار الدین احمد آرزو (علی گڑھ)

(33) مقدمہ غنیۃ الطالبین: از علامہ عبدالحکیم شرف قادری (۱۹۴۴ء-۲۰۰۷ء)

(34) نقش پائیدار تاریخ صوبہ بہار: از علی محمد شاد عظیم آبادی (۱۸۴٦ء-۱۹۲۷ء)

مطبوعہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری (پٹنہ)

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1) البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (بارہ رسائل)

(2) مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟ (خلیل بجنوری کے نظریات کا رد)

(3) ضروریات دین: تعریفات واقسام (ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4) فرقہ وہابیہ: اقسام واحکام (مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5) تحقیقات وتنقیدات (لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6) اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند (اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند کا شرعی حکم)

(7) معبودان کفار اور شرعی احکام (معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام: تین حصے)

(8) مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات (اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9) تاویلات اقوال کلامیہ (کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10) معروضات وتأثرات (رسالہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر'' پر معروضات: شش حصص)

(11) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول)

(12) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر دوم)

(13) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر سوم)

(14) روشن مستقبل کے سنہرے خاکے (دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15) تصاویر حیوانات: اقسام واحکام (کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16) عرفانی نظریات کے حساس مقامات (عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)

(17) ہندودھرم اور پیغمبر واوتار (مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18) ظلم وستم اور حفاظتی تدابیر (بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19) تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت (دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20) حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ! (تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21) تقدیس الوکیل اور علامہ بابصیل (تنقیص نبوی کفر ہے یا زندیقیت؟)
(22) گمراہ محض کا ذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)
(23) وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں و دیوبندیوں کو زکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)
(24) باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)
(25) کفر کلامی اور عدم فہم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)
(26) جدید عقائد ونظریات (قادیانیوں و دیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کا رد)
(27) حق پرستی اور نفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کا رد وابطال)
(28) جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطوں کے جوابات)
(29) علامہ عبد الباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)
(30) بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)
(31) کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر (قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)
(32) سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث)
(33) سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کا رد وابطال)
(34) تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)
(35) حقانیت کی نشانیاں (اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اور نشانیاں)
(36) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)
(37) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف (انکار پر تکفیر فقہی کا حکم)
(38) قطعیات اربعہ اور ظنیات (قطعیات وظنیات اور اجماعی عقائد کی تشریح)
(39) کفر کلامی اور کفر فقہی (کفر کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)
(40) عبارات شارح بخاری (فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ واہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)
(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)
(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)
(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)
(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)
(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)
(47) دیوبند و سراواں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)
(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)
(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)
(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)
(51) کفر لزومی اور فقہا و متکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)
(52) رام بھکتی اور متصوفین و وہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)
(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی و بدمذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)
(54) کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)
(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)
(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)
(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)
(58) نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)
(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)
(60) تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)
(61) عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62) قرآن وحدیث اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: قرآن وحدیث کا بیان)

(63) عقل سلیم اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: عقل سلیم کا بیان)

(64) علم عقائد وکلام: تعلیم اور ضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)

(65) تخصص فی العقائد: نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)

(66) تاویل قریب اور تاویل بعید (تاویل قریب، تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)

(67) ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)

(68) تقلید حقیقی اور تقلید عرفی (ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفی کا بیان اور غیر مقلدین کا رد)

(69) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(70) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا رد وابطال)

(71) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموت (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(72) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(73) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(74) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(75) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(76) احادیث وآثار اور مجتہدین اسلام (اذا صح الحدیث فہو مذہبی کی تشریح)

(77) سلفیوں کے اسلاف وائمہ (غیر مقلدین کے مذہبی پیشواؤں کا تذکرہ)

(78) کشف والہام اور تقلید مجتہدین (کشف والہام کے شرعی دلیل نہ ہونے کا بیان)

(79) گمراہ سے نکاح جائز نہیں (گمراہ سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان)

(80) تعلیم دین اور اطفال مسلمین (دینی تعلیم کی ترغیب اور شرعی احکام کا بیان)

(81) مذاہب اربعہ اور مرجوح اقول (مرجوح قول پر عمل نہ کرنے کے حکم کا بیان)

(82) ولایت واجتہاد: وہبی یا کسبی؟ (درجہ اجتہاد کے مثل وہبی ہونے کا بیان)

(83) تلخیص رسائل رضویہ (اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے تین رسائل کی تلخیص)
(84) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید سے متعلق تفصیلی مباحث)
(85) قیاس واجتہاد اور مجتہدین اسلام (قیاس واجتہاد کے شرائط ولوازم کا بیان)
(86) اجماعی مسائل اور مجتہدین اسلام (اجماعی مسائل سے اختلاف ناجائز ہونے کا ذکر)
(87) دفع الاعتراضات حول المزارات (مزارات سے متعلق وہابیوں کے نظریہ کا ابطال)
(88) الطاری الداری اور علامہ عبدالباری (شبہ کے سبب تکفیر کلامی سے انکار کی بحث)
(89) الملفوظ پر اعتراضات کا محاسبہ (الملفوظ پر دیابنہ کے سوالوں کے جواب)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)
(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)
(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)
(4) مدارس اسلامیہ: نصاب ونظام (مدارس کے نصاب ونظام پر تبصرہ وتجزیہ)
(5) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)
(6) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)
(7) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)
(8) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)
(9) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)
(10) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)
(11) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)
(12) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)

(13) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)

(14) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)

(15) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)

(16) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)

(17) امام اعظم اور علم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)

(18) ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اور ضرورت)

(19) رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)

(20) فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)

(21) شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ (حضرت شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ کے احوال)

(22) اسلامی کلمے اور مسنون دعائیں (اسلامی کلمے، دعائیں ونمازوں کی نیتیں)

(23) جسم اقدس کا انتقال مکانی (روضہ مقدسہ سے جسم نبوی کو منتقل کرنے کی سازش)

(24) مفتی اعظم ہند: حیات وخدمات (حضور مفتی اعظم ہند کے مختصر حالات)

(25) تذکرہ فاتح بہار (سید ابراہیم ملک بیا غازی کے احوال وفضائل)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی
(توپسیا: کلکتہ)